عمران سیریز 65 ابنِ صفی

پھر وہی آواز



عمران سیریز نمبر 65

پھر وہی آواز

(دوسرا حصہ)

پیش رس

جب دشمن درپے آزار ہو تو کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑتا۔ قدم قدم پر سازشوں کے جال بچھاتا ہے اور ہم اس لئے ان میں پھنستے چلے جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے آپس کے تنازعات ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ ہم ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے نیتوں پر شبہہ کرنا ہماری فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ کسی کی زبان سے کوئی بات نکلی اور سامنے والے نے اس میں تاریک پہلو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب ذہنی انتشار کا یہ عالم ہو تو کوئی بھی ہماری عقلوں کا شکار کر سکتا ہے۔ ہم دشمن کے ایجنٹوں کو بھی اپنا ہمدرد سمجھ بیٹھتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے دشمن کے ایجنٹ ہماری اس ذہنیت سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں کہ ہمیں اپنے بھائی پر اعتماد نہیں رہا۔ یہی بے اعتباری دشمن کے ایجنٹ کا آلہ کار بنتی ہے۔ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن عقل بدستور "میڈیکل لیو" پر ہے۔

بہر حال اس کہانی میں یہی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دشمن بعض اوقات غیر ملکی کرائے کے ٹٹوؤں سے بھی کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ہمارے دوست ملکوں سے ہمارے تعلقات

خراب کرا دینے کے لئے نت نئی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر ملکیوں پر ہمیں کڑی نظر رکھنی چاہئے۔

اس کہانی میں عمران نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دیکھئے کہ وہ سنگ ہی سے کس طرح نپٹتا ہے۔

کیا یہ کہانی ویسی ہی نہیں ہے جیسی آپ چاہتے ہیں۔ اس میں آپ کو ایڈونچر، سسپنس اور ایکشن سب ہی ملے گا۔ سنگ بیحد محتاط رہا ہے۔ کھل کر عمران کے مقابلے پر نہیں آیا۔ اس کے گرد جس قسم کا جال پھیلا تا رہا تھا اس کا تقاضا یہی تھا کہ دور ہی سے چھیڑ چھاڑ جاری رکھتا۔ پھر کیا؟ وہ اپنی تگ و دو میں کامیاب ہو سکا تھا۔ عمران بروقت چونکتا ہے اور سنگ کا سارا کیا دھرا چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔

آئندہ ناول میں بھی عمران ہی سے ملئے۔ لیکن اس کا نیا روپ آپ کو چونکا دے گا۔

فلم ''دھماکہ'' سے متعلق استفسارات کے جواب میں عرض ہے کہ یہ تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے اور میں ابھی تک ظفر اور جیمسن کے رولز سے مطمئن ہوں شائد آپ بھی فلم دیکھ کر یہی کہہ اٹھیں کہ بے شک ان دونوں کے علاوہ اور کوئی ان کرداروں پر پورا نہ اُتر سکتا۔

ابنِ صفی

۲۶/اکتوبر ۱۹۷۲ء



المرشد بڑی شاندار عمارت تھی۔ محل وقوع ایسا تھا کہ سردار گڈھ کے ہر حصے سے دکھائی دیتی تھی۔

اُونچے اُونچے درختوں کے درمیان اس کی بالائی منزل کی روشنیاں اندھیری رات میں ایسی لگتی تھیں جیسے آتش بازی چھوٹ رہی ہو۔

ایک سال پہلے یہ عمارت تاریک اور ویران رہا کرتی تھی۔ اس کا نام المرشد بھی نہیں تھا۔

عمارت دوسری عالم گیر جنگ کے دوران میں تعمیر ہوئی تھی اور اس کا نام ہنی مون پیلس رکھا گیا تھا۔ یہ دراصل ایک فوجی ٹھیکیدار کی ملکیت تھی۔ بن کر تیار ہوئی تھی تو ایک ایسے فوجی افسر کو کرائے پر دے دی گئی جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ انگریزی کرنل تھا۔ اُس کی خوش نودی طبع ہی کی خاطر اس کا نام ہنی مون پیلس رکھا گیا تھا۔

پھر یہ عمارت دوماہ بعد ہی خالی ہو گئی تھی۔ کیونکہ ایک صبح کرنل اور اس کی بیوی مردہ پائے گئے تھے۔ کسی نے انہیں زہر دے دیا تھا۔ اس کے بعد چھ ماہ تک خالی پڑی رہی تھی۔

دوسرے سیزن میں کسی بڑے سرمایہ دار نے اسے کرائے پر لیا۔ لیکن اس کا خاندان وہاں ایک ہفتے سے زیادہ قیام نہ کر سکا تھا۔ کیونکہ وہ اسے آسیب زدہ معلوم ہوئی تھی۔

بہر حال یکے بعد دیگرے کئی کرائے دار آئے تھے اور آسیب زدگی ہی کی بناء پر وہاں مقیم نہیں رہ سکے تھے۔

پھر اچانک ایک سال پہلے کسی "مرشد" کے پیرؤوں نے اُسے خریدا اور ہنی مون پیلس کی بجائے اس کا نام "المرشد" رکھ دیا۔

پھر تو اس مرشد کی دھوم مچ گئی تھی۔ اس نے نہ صرف اس عمارت کو آسیب سے نجات دلائی تھی بلکہ آسیب زدہ ذہنوں کی بھی صفائی کرنے لگا تھا۔ جو اس عمارت میں قدم رکھتا مرشد ہی ہو رہتا۔ ان میں عورت مرد سب ہی شامل تھے۔ سردار گڈھ کے سربرآوردہ لوگ بھی رفتہ رفتہ مرشد کے معتقدین میں شامل ہوتے چلے گئے تھے۔ ان میں مقامی انتظامیہ کے بعض اعلیٰ عہدے دار بھی تھے۔

مُرشد کی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اس کے برعکس ناداروں پر اپنی جیب سے خرچ کرتا۔ "المرشد" کا ایک دروازہ "باب المراد" کہلاتا تھا۔ جس پر حاجت مندوں کی بھیڑ رہتی تھی۔

"المرشد" کے باہر سردار گڈھ کے لوگ مرشد کے بارے میں کچھ اس قسم کی باتیں کرتے۔ "بہت پہنچا ہوا ہے۔!"

"دنیا کے سارے مذاہب کے بارے میں جانتا ہے اور ان پر سیر حاصل بحث کر سکتا ہے۔!"

"دنیا کی درجنوں زبانیں اہلِ زبان کی طرح بول سکتا ہے۔!"

"غیب کی باتیں بتاتا ہے۔!"

"بوتلوں پر بوتلیں خالی کرتا چلا جاتا ہے لیکن نشہ نہیں ہوتا۔!"

"ارے میاں تم کیا جانو کیا پیتا ہے یہ اہلِ اللہ ہیں.... بظاہر ایسی حرکتیں اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا والے انہیں بُرا سمجھ کر ان سے دور رہیں تاکہ ان کے وظائف میں خلل نہ پڑ سکے۔!"

"عورتوں سے چھیڑ خانی بھی تو کرتا ہے۔!"

"سب میں ایک ہی جلوہ دیکھنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اچھا بتاؤ.... کبھی کسی عورت نے اس کی چھیڑ خانی کا بُرا بھی مانا۔!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے.... وہ تو اس کے گرد پروانوں کی طرح پھرتی ہیں۔!"

"ذرا آپ خود کسی عورت سے چھیڑ خانی کر کے دیکھئے۔!"

"مجھے تو اس پر حیرت ہوتی ہے۔ اتنا دبلا پتلا اور اتنا طاقت ور....!"

"وہ کیسے بھائی....؟"

"بھولا پہلوان سردار گڈھ کی ناک ہے۔ ذرا اس سے پوچھو کہ مرشد سے مصافحہ کے بعد

دنوں تک اپنے ہاتھ کی مالش کراتا رہا تھا۔

"جو حاجت لے کر جاؤ پوری ہوتی ہے۔!"

"خوب یاد آیا.... پچھلے دنوں ایک قاتل کے لئے پولیس نے سردار گڈھ کی ناکہ بندی کی کہ وہ یہاں سے نکل کر نہ جانے پائے وہ چھپتا چھپاتا مرشد کے پاس جا پہنچا اس کے بعد پتا ہی نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا۔ پولیس جانتی ہے کہ مرشد کے پاس گیا لیکن کسی میں اتنی ہمت ہے کہ وہ مرشد سے کچھ پوچھ سکے۔!"

"تو اس کا مطلب یہ کہ وہ مجرموں کی پشت پناہی کر کے قانون شکنی کا مرتکب رہا ہے۔!"

"چشم ظاہر بین کے بس کا روگ نہیں کہ حقیقت تک پہنچ سکے تم دیکھ لینا کہ وہ ایک دن ولی اللہ بن کر المرشد سے برآمد ہوگا۔!"

اسی قسم کی بہتیری باتیں مرشد سے منسوب کی جاتی تھیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے عقیدت مندوں کے حلقے میں بیٹھ کر علانیہ شراب نوشی کرتا تھا۔ لیکن کسی کی کان پر جوں نہیں رینگتی تھی کسی کا دل اس کی عقیدت سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

نسرین بھی اس کے عقیدت مندوں میں سے تھی۔ سردار گڈھ کے اس بینک سے اس کا تعلق تھا جہاں غیر ملکی کرنسی کا کاروبار ہوتا تھا۔ ٹورسٹ وہیں اپنے ڈالر اور پونڈ بدلواتے۔ ایک دن ہوا یہ کہ نسرین کی تحویل سے پانچ سو ڈالر کے نوٹ غائب ہو گئے۔ بے حد پریشانی کی بات تھی۔ پانچ سو ڈالر کہاں سے حاصل کئے جاسکتے تھے۔ کمی پوری کئے بغیر اس پر غبن کا مقدمہ قائم ہو سکتا تھا۔ ملازمت الگ جاتی۔ اس پر ایک بوڑھی ماں اور دو چھوٹے بھائیوں کا بار تھا۔ باپ کے سائے سے بچپن ہی میں محروم ہو گئی تھی۔ ماں نے کسی نہ کسی طرح اُسے تعلیم دلوائی تھی۔ پھر کسی بارسوخ رشتے دار کی کوششوں سے اُسے بینک کی ملازمت مل گئی تھی اور یہ چھوٹا سا کنبہ کسی قدر خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ لیکن اس تازہ افتاد نے نسرین کے حواس گم کر دیئے۔ وصول کی ہوئی رقومات وہ صرف چوبیس گھنٹے تک اپنی تحویل میں رکھ سکتی تھی۔ اس کے بعد انہیں ہیڈ آفس بھجوانا ہوتا تھا۔ وہ بُری طرح نروس ہو گئی تھی۔ اچانک اسے "المرشد" کے "باب المراد" کا خیال آیا۔

اور پھر وہ وہیں جا پہنچی تھی۔

مرشد کا ایک مرید ناداروں میں کھانے پینے کی چیزیں اور رقومات تقسیم کر رہا تھا۔ وہ انہیں حاجت مندوں کی لائین میں کھڑی ہو گئی۔

مرید نے اُسے حیرت سے دیکھا تھا کیونکہ وہ ناداروں میں سے نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"فرمائیے....!" اس نے بڑے ادب سے پوچھا تھا۔

"میں اپنی حاجت مرشد ہی کو بتا سکتی ہوں۔!"

"بہتر ہے.... آپ اُس دروازے سے اندر تشریف لے جائیے۔!"

"لیکن میں سب کے سامنے کس طرح کہوں گی۔!"

"میں سمجھتا ہوں۔ اسی لئے اس دروازے سے بھیج رہا ہوں۔ جب آپ کمرے میں پہنچیں گی تو مرشد کو خود بخود اطلاع ہو جائے گی کہ کوئی تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔!"

وہ اُس کمرے میں پہنچی ہی تھی کہ ایک دبلا پتلا اور لمبا آدمی بائیں طرف کے دروازے سے داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سنہرے رنگ کی گھنی ڈاڑھی تھی اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں برقی قمقموں کی طرح روشن تھیں۔

بے حد نرم آواز میں اُس نے نسرین کو مخاطب کیا۔ "کیا چاہتی ہو....؟"

وہ بدحواسی کے عالم میں اپنی بپتا دہرانے لگی۔

"اپنا بیگ.... باہر لان پر پھینک آؤ۔ غیب سے مدد ہو گی۔!"

وہ باہر گئی تھی اور بیگ لان پر پھینک آئی تھی۔

مرشد آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔ واپس آکر وہ بھی چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد مرشد نے آنکھیں کھولیں تھیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

"بیگ اٹھا کر سیدھی گھر جانا اور وہیں کھول کر دیکھنا.... جاؤ....!"

وہ جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ مرشد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہرو.... تم نے پولیس کو کیوں نہیں مطلع کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نوٹ تمہارے بینک ہی کے کسی آدمی نے اڑائے ہوں گے۔!"

"سب سے پہلے منیجر کو مطلع کرنا پڑتا۔!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"تو پھر کیوں نہیں کیا تھا....؟"

"وہ یہی تو چاہتا ہے کہ میں گڑگڑاتی ہوئی اس کے قدموں پر سر رکھ دوں۔!"

"ہوں.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... تم بہت شریف اور نیک لڑکی ہو....! نوٹ خود اُسی نے غائب کرائے ہوں گے.... اچھا جاؤ.... اسے بھی سزا ملے گی۔!"

وہ بدحواسی کے عالم میں باہر نکلی تھی۔ لان پر سے اپنا بیگ اٹھایا تھا اور گھر کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

مرشد کی ہدایت کے مطابق گھر پہنچ کر ہی بیگ کھولا تھا۔ مطلوبہ فارن کرنسی بیگ میں موجود تھی۔ پھر وہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی جیسے کسی قریبی عزیز کی موت واقع ہوگئی ہو۔

دوسری صبح جب بینک پہنچی تو ایک حیرت انگیز خبر پہلے ہی سے اُس کی منتظر تھی۔ منیجر کے ایک نجی ملازم نے ایک پیکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "منیجر صاحب نے دیا ہے۔ کل رات کو ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ اسپتال میں داخل ہیں۔ بہت چوٹیں آئی ہیں۔!"

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے پیکٹ کھولا تھا اور متحیر رہ گئی تھی۔ اس میں پانچ سو ڈالر کے وہ نوٹ موجود تھے جو پچھلے دن دراز سے غائب ہوگئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک پرزہ بھی تھا جس پر منیجر نے لکھا تھا۔ "کل تم یہ نوٹ کاؤنٹر پر بھول گئی تھیں۔ بھجوا رہا ہوں۔ میرے لئے دعا کرو.... بہت زخمی ہوگیا ہوں....!"

اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو تیرنے لگے اور دل مرشد کی عقیدت سے لبریز ہوگیا۔

اسی شام کو وہ پھر المرشد جا پہنچی تھی۔ مرشد کے عطا کئے ہوئے نوٹ اس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے نئی روداد دہرائی تھی۔

"تو پھر.... اب میں ان کا کیا کروں.... جو تمہیں مل گیا وہ تمہارا ہے۔!" مرشد نے کہا۔

"کسی دوسرے مستحق کے کام آئیں گے۔ میرا کام نکل گیا۔ میں صرف اپنی محنت کا کھانا چاہتی ہوں۔ ویسے مجھے اجازت دیجئے کہ کبھی کبھی زیارت کے لئے حاضری دیا کروں۔!"

"المرشد کے دروازے ہر وقت ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔!"

پھر وہ کبھی کبھی المرشد جاتی رہی تھی۔ وہاں سردار گڈھ کے تعلیم یافتہ اور دولت مند گھرانوں کی اور بھی خواتین موجود ہوتی تھیں۔

اس کے حلقے میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ کوئی کسی سے اجتناب نہیں

کرتا تھا۔ خود بیٹھا شراب پیتا رہتا تھا۔ لیکن اور کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہاں اس حلقے میں شراب پی سکتا۔

مرشد پیتا رہتا اور اس کی نہ رکنے والی زبان خوب صورت الفاظ کی بارش کرتی رہتی مرحبا اور سبحان اللہ کا غلغلہ سامعین کی طرف سے بلند ہوتا۔ اس وقت بھی وہ بڑی دھواں دھار تقریر کر رہا تھا۔

بڑا سا تخت تھا جس پر بیش قیمت قالین بچھا ہوا تھا اور گاؤ تکیئے سے ٹیک لگائے وہ اس طرح بیٹھا تھا جیسے نیچے فرش پر بیٹھنے والے معتقدین اس کے پشتینی غلام ہوں۔ ان میں نسرین بھی تھی اور شروع ہی سے محسوس کرتی رہی تھی کہ مرشد صرف اسے ہی دیکھتا رہا ہے۔ کچھ دیر بعد یہ سوچ کر اُسے وحشت ہونے لگی کہ دوسرے بھی اسے محسوس کر رہے ہوں گے۔

دفعتاً مرشد مسکرایا اور اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''لڑکی بُری بات یہاں کون ہے جو میرے بارے میں کوئی بُری بات سوچ سکے۔!''

نسرین بوکھلا گئی۔ کچھ کہنا چاہا لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔ مرشد اتنا کہہ کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن مجمع نسرین کو گھورنے لگا۔

''اپنی نظریں نیچی کر لو.....!'' اچانک مرشد تیز لہجے میں بولا۔ ''یہاں سب برابر ہیں۔!''

معتقدین نے اپنے سر جھکا لئے۔ مرشد پھر بولا۔ ''یہاں کوئی کسی کو شرمندہ نہیں کر سکتا۔!''

نسرین کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لوگ اس کے بارے میں نہ جانے کیا سوچ رہے ہوں۔ ٹھیک اسی وقت قریب بیٹھی ہوئی عورت نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

''اٹھ چلو.....!'' اس نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اور ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سبھوں کے سر جھکے ہوئے تھے اور اب ایک متنفس بھی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

وہ عورت اُسے بائیں جانب کے ایک دروازے سے دوسرے کمرے میں لائی اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ ''گھبراؤ نہیں۔! مرشد تمہیں کچھ تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کو خصوصیت سے مخاطب نہیں کرتے۔ جسے یہ شرف حاصل ہو جائے اُسے اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے۔!''

''مم.... میں نہیں.... سمجھی.....!'' نسرین ہکلائی۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' وہ اسے مسہری کے قریب پڑی ہوئی آرام کرسی پر بٹھاتی ہوئی بولی۔ ''سب

کچھ سمجھ جاؤ گی۔ ٹھہرو... میں تمہیں کچھ پینے کو دیتی ہوں۔ اس سے اعصابی تناؤ کم ہو جائے گا۔!"

وہ اُسے وہیں چھوڑ کر کسی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس عورت کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسی عمارت میں رہتی ہو۔

نسرین مرشد کے بارے میں سوچتی رہی لیکن ڈر کے مارے کوئی بُری بات نہ سوچ سکی۔ وہ تو خیالات پڑھ لیتا ہے۔ آج کا تجربہ حیرت انگیز تھا۔ وہ روشن ضمیروں کی کہانیاں سنتی آئی تھی۔ لیکن انہیں حقیقت سمجھ لینے پر کبھی تیار نہیں ہوئی تھی۔

"اب کیا حال ہے....؟" عورت کی آواز سن کر چونک پڑی۔ وہ کسی مشروب کا گلاس لئے ہوئے واپس آگئی تھی۔

"ٹھیک ہوں....!" نسرین نے دبی دبی سی آواز میں کہا۔

"یہ لو....! ذرا سی دیر میں معمول پر آجاؤ گی۔!"

اس نے گلاس اس سے لے لیا۔ دور ہی سے مشروب کی مسحور کن خوشبو آئی تھی۔ لذیذ بھی ثابت ہوا۔ ہر گھونٹ سکون بخش رہا تھا۔ ذہن پر چھائی ہوئی وحشت حیرت انگیز طور پر زائل ہوتی جارہی تھی۔ لیکن پھر ذرا ہی سی دیر میں محسوس ہونے لگا جیسے اُس میں ہاتھ پیر ہلانے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔ سکون ہی سکون۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دیکھ رہی تھی.... سُن رہی تھی.... لیکن جب اس عورت نے کہا۔ "اٹھو.... چل کر وہیں بیٹھیں....!" تو وہ انتہائی کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھ سکی۔

"اچھا.. اچھا.. میں سمجھی.. ابھی تھکن دور نہیں ہوئی۔!" عورت نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

اُس نے جواب میں اپنی کیفیت بتانی چاہی تھی۔ لیکن جو کچھ کہنا چاہتی تھی ذہن ہی میں چکرا کر رہ گیا زبان جنبش نہ کر سکی۔!

"میں ابھی آئی....!" کہتی ہوئی وہ عورت کمرے سے چلی گئی۔!

سکون....! سکون ہی سکون.... نہ کوئی فکر.... نہ کوئی اندیشہ.... ایک لذت انگیز سنسنی رگ و پے میں جاری و ساری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اُس کا سارا وجود پگھل کر آرام کرسی کے گدیلوں میں جذب ہو جائے گا۔



عمران نے ڈینی ولسن کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”تم پھر سے جوان ہو رہے ہو.... اور یہ اچھی بات نہیں۔!“

”بھلا تم نے کس بات سے اندازہ لگایا ماسٹر....؟“

”تمہارے سرکس کا کوئی مسخرہ کل کہہ رہا تھا۔!“

”کس بناء پر کہہ رہا ہے....؟“

”مونتی کارا کون ہے....؟“

ڈینی چونک کر عمران کو گھورنے لگا۔ پھر اُس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے۔ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”ماسٹر.... میری عادت نہیں ہے کہ انتہائی قریبی دوستوں کے نجی معاملات میں بھی دخل اندازی کروں اور اپنے لئے بھی یہی پسند کرتا ہوں۔!“

”ہوں....!“ عمران نے اسے بغور دیکھتے ہوئے طویل سانس لی اور چند لمحے خاموش رہ کر سوال کیا۔ ”تینوں لڑکیاں کہاں ہیں....؟“

”وہ بحفاظت سردار گڈھ سے نکل گئی ہوں گی۔!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا....!“

”مونتی کارا کو میں پچیس برس سے جانتا ہوں۔ میک اپ کی ماہر ہے۔ لڑکیوں کی شکلیں تبدیل کر کے یہاں سے نکال لے گئی۔!“

”تم نے میرے مشورے کے بغیر یہ قدم کیوں اٹھایا....؟“

”لڑکیوں کو داؤں پر نہیں لگانا چاہتا تھا۔!“

”وہ لگ گئیں بوڑھے بیٹے....!“

”کک.... کیا مطلب....؟“

”آؤ....! میرے ساتھ اپنی آؤٹ آف ڈیٹ محبوبہ مونتی کارا کا حشر بھی دیکھ لو۔!“

”کک.... کیا ہوا.... مجھے بتاؤ تو....!“

”بس دیکھ لینا اپنے نجی معاملے کو....!“

خیمے سے باہر نکل کر دونوں جیپ میں بیٹھے.... عمران ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کچھ تو بتاؤ ماسٹر.... میں بہت پریشان ہوں....!"

"مونتی کارا کی شکل دیکھ کر تمہاری پچیس سالہ محبت دم توڑ دے گی۔ کیا وہ فرانسیسی ہے؟"

"اینگلو فرنچ.... اُس کا باپ انگریز تھا.... ماں فرانسیسی....!"

"اور عاشق.... الف سے اُلو....!"

"کچھ بتاؤ بھی تو....!" ڈینی اپنے سر پر دو ہتھڑ مارتا ہوا چیخا۔

"اُس کے چہرے پر بڑے بڑے سیاہ دھبے پڑ گئے ہیں اور وہ کسی کو اپنا منہ دکھانے پر تیار نہیں۔ ایک جگہ پولیس کو بیہوش پڑی ملی تھی۔!"

"کک.... کہاں.... کس جگہ....؟"

"اسی سڑک پر جس سے گذر کر وہ سردار گڈھ سے باہر جارہی تھیں۔ گاڑی میں وہ تنہا ملی تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک جگہ سڑک پر رکاوٹ دیکھ کر اُس نے گاڑی روکی تھی۔ پھر اسے یاد نہیں کہ کیا ہوا۔!"

"بب.... بہت بُرا ہوا....!"

"اور میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں نیچے دھکیل کر پہیہ چڑھا دوں۔!"

"یہی کرو ماسٹر.... میں شکر گذار ہوں گا۔ وہ خود ہی سر ہوئی تھی۔ میں تو نہیں چاہتا تھا کہنے لگی میں بحفاظت نکال لے جاؤں گی۔!"

"تو تم نے اُسے بھی سارے حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"بس یہی غلطی ہوئی۔!"

"تم پہلے نہیں ہو....! سارے عاشق اس سلسلے میں یتیم العقل ہوتے ہیں۔ اپنا سارا کچا چٹھا محبوباؤں کے گوش گذار کر دینا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔!"

ڈینی کچھ نہ بولا۔ پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر عمران نے گاڑی روکی اور ڈینی سے اُترنے کو کہا۔

"آخر مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ اب کیا رکھا ہے....!" ڈینی بڑبڑاتا ہوا گاڑی سے اترا عمران اسے اس کمرے میں لایا جہاں وہ ادھیڑ فرانسیسی عورت دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

"دیکھا.... تم نے۔؟" ڈینی دانت پیس کر بولا۔ "میں منع کر رہا تھا۔!"

"یہاں سے چلے جاؤ... میں کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتی....!" وہ چہرے سے ہاتھ ہٹائے بغیر بولی۔

"ہاں مجھے تو جہنم رسید کر ہی چکیں....!" ڈینی غرایا۔

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ....!" وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ چہرے سے ہاتھ بھی ہٹا لئے۔ اس کے گالوں پر بڑے بڑے سیاہ دھبے تھے۔

"یہ.... یہ.... کک.... کیسے.... ہوا....؟"

"میں کچھ نہیں جانتی.... یہاں سے چلے جاؤ....!"

"اور کیا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ایسی شکل دیکھنے سے کیا فائدہ... جاؤ... دفع ہو جاؤ۔!"

اُس نے ڈینی کو دھکیل کر کمرے سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر کے مونتی کارا کی طرف مڑا۔

"اُسے کب سے جانتی ہو جس کے لئے تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب تم اچھی طرح جانتی ہو....!"

"میں کچھ نہیں جانتی...! میرا چہرہ دیکھو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔!"

"مجھے تمہارے چہرے سے کوئی دل چسپی نہیں....! میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اُن لوگوں کو کب سے جانتی ہو۔!"

"میں یہاں ڈینی کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی جو کچھ بھی کیا تھا اسی کی ہمدردی میں کیا تھا۔!"

"چلو ٹھیک ہے....! لیکن وہ تمہارا چہرہ کیوں بگاڑ گئے....؟"

"تمہیں بتاؤ....! اگر میں اس سازش میں ملوث ہوتی تو میرا اپنا حشر یہ کیوں ہوتا۔!"

"شبہے سے بالاتر ہونے کے لئے یہ ضروری تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"کتنی رقم وصول ہوئی تھی اس کے عوض....؟"

"یہ الزام ہے....!"

"اچھی بات ہے....! اب تم اس کمرے سے حوالات میں منتقل کر دی جاؤ گی اور ضمانت پر بھی رہائی نصیب نہ ہو سکے گی۔!"

"یہ زیادتی ہے.... سراسر ظلم ہے.... بلاؤ ڈینی کو....!"

"اب اس سے تمہاری ملاقات حشر ہی کے دن ہو گی۔!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

باہر نکل کر اس نے ڈینی سے کہا تھا۔ "ہو سکتا ہے وہ اب بھی تمہاری محبوبہ ہو لیکن وہ تمہیں سچ مچ بوڑھا سمجھنے لگی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"وہ اس سازش میں شریک ہے۔!"

"یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا....!"

"حقہ پلا کر ماروں گا اگر یقین نہ کرو گے....!"

"مم.... میری طبیعت ٹھیک نہیں.... میں واپس جانا چاہتا ہوں....!"

"بہر حال اب تمہارا اپنا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ تمہارے سلسلے میں مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"تینوں لڑکیاں واپس مل گئی تھیں۔!"

"میں سمجھتا ہوں....!" ڈینی ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہرو... وہ تینوں لڑکیاں اس مقدمے میں گواہ کی حیثیت رکھتی تھیں جو تمہاری حماقت کی بنا پر غائب ہو گئیں۔ لہٰذا ان کی بازیابی تک اس بار تمہاری ضمانت بھی منظور نہ ہو گی۔!"

"یعنی.... کہ میں پھر....!" ڈینی ہکلایا۔

"فی الحال.... میری سفارش پر تم اپنی محبوبہ ہی کے ساتھ بند کئے جاؤ گے۔!" ڈینی خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

"اُس سے اعتراف کراؤ کہ وہ مجرموں کی آلہ کار ہے۔!" عمران اس سے قریب ہو کر آہستہ سے بولا۔

"میں دیکھوں گا....!" ڈینی اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

عمران اسے وہیں چھوڑ کر باہر نکلا تھا اور جیپ میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنے ہی والا تھا کہ ایک گاڑی سامنے آر کی جسے جیمسن ڈرائیو کر رہا تھا۔ عمران کو رکنے کا اشارہ کرنے کے لئے اس نے

ہاتھ اٹھایا اور گاڑی سے کود کر دوڑتا ہوا قریب پہنچا۔

"ہز ہائی نس.... اپنے کمرے سے غائب ہوگئے اور یہ دیکھئے....!" اس نے عمران کی طرف ایک پرچہ بڑھا دیا تھا۔

"پھر غائب....!" عمران نے پرچے پر ہاتھ مارتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔

پرچے میں تحریر تھا۔

"تمہارا یہ ساتھی تو بے حد زندہ دل ثابت ہوا۔ ایک چنچل سی لڑکی اُسے میرے پاس لے آئی ہے۔ اگر میرے ساتھی رہا نہ کئے گئے تو تمہارے ساتھی کی لاش سردار گڈھ ہی میں کہیں نہ کہیں ضرور پڑی ملے گی۔!"

عمران نے پرچہ پتلون کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ "اب تم بھی کوئی چنچل سی لڑکی تلاش کرو جو اُسے واپس لائے۔!"

"میں المرشد جارہا ہوں....!" جیمسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اسے لڑکی لے گئی ہے اور تم ازراہ سعادت مندی خود ہی چلے جاؤ گے۔!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"پھر کیا کروں گا.... آپ تو پتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔ جب معلوم ہے کہ وہ المرشد میں مقیم ہے تو پھر کیا دشواری ہے۔!"

"میں خلوص دل سے مشورہ دے رہا ہوں چلے جاؤ المرشد.... باب المراد والی لائن میں لگ جانا۔ جب تم سے تمہاری حاجت پوچھی جائے تو کہہ دینا کہ باس کی واپسی چاہتا ہوں۔!"

"کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں....؟"

"بالکل....!"

"اچھی بات ہے.... میں یہ بھی کر گزروں گا۔!"

عمران نے ہاتھ ہلا کر اُسے گاڑی سے الگ ہٹایا۔ پھر گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی جیمسن وہیں کھڑا رہ گیا وہ بُرا سا منہ بنائے دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھورے جارہا تھا۔



المرشد کے باب المراد پر حاجت مندوں کا کیو لگا ہوا تھا۔ جیمسن اونٹ کی طرح منہ اٹھا۔

کمپاؤنڈ میں داخل ہوا اور لائن میں لگ گیا۔

جب اس کی باری آئی تو اس نے مرید سے نظر ملائے بغیر کہنا شروع کیا۔

"طلسم ہوشربا کی ساتوں جلدیں۔ ایرج نامہ، لعل نامہ، ضدی نامہ، کوچک باختر، بالا باختر طلسم ہفت پیکر.....!"

"میں نہیں سمجھا۔" مرید نے متحیرانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور جیمسن کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر رہ گیا۔

"یہی میری حاجت ہے۔ آپ نہیں سمجھ سکے تو مجھے مرشد کے پاس لے چلئے۔!"

"اس دروازے سے اندر تشریف لے جائیے۔!" مرید ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ جیمسن نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ اس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک عجیب الخلقت آدمی جیمسن کے سامنے کھڑا تھا اور جیمسن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے اس موقع پر بے ساختہ ہنس پڑنا چاہئے یا سنجیدگی برقرار رکھنے کے لئے اداکاری کو دخل دینا چاہئے۔

"کیا چاہتے ہو.....؟" مرشد نے بے حد نرم لہجے میں اس سے پوچھا۔

"میں ہز ہائی نس نواب زادہ ظفر الملک کا سیکریٹری ہوں اور ان کی واپسی چاہتا ہوں۔!"

"خوب..... کیا خود ہی آئے ہو.....؟"

"جی نہیں..... گرو گھنٹال نے بھیجا ہے۔!"

"سچے آدمی معلوم ہوتے ہو..... اس نے آخر کیا سمجھ کر تمہیں بھیجا ہے۔"

"میں آپ کا پرچہ لے کر ان کے پاس گیا..... کہنے لگے..... جاؤ..... باب المراد والی لائن میں لگ جانا حاجت پوری ہو جائے گی۔!"

"اچھی بات ہے..... آؤ میرے ساتھ۔!"

جیمسن اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر مرشد اس کی طرف مڑا اور بائیں طرف اشارہ کر کے بولا۔ "نواب زادے صاحب اس کمرے میں تشریف رکھتے ہیں اگر وہ تشریف لے جانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"میں نہیں سمجھا..... جناب عالی.....!" جیمسن نے بڑے ادب سے کہا۔

"کمرے میں جاؤ.... اور اُسے لے جاؤ....!"

جیمسن نے آگے بڑھ کر بند دروازے کو دھکا دیا۔

دروازہ کھلتے ہی رقص کی موسیقی اس کے کان سہلاتی ہوئی کاریڈور میں بھی گونجنے لگی۔ سامنے ہی ظفر الملک ایک سیماب آسا لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔

جیمسن کمرے میں داخل ہو کر خاموش کھڑا رہا۔ ظفر الملک کی پشت اس کی طرف تھی۔ ریڈیو گرام موسیقی بکھیر رہا تھا۔ لڑکی جیمسن کو دیکھتے ہی ہنس پڑی اور چیخ کر ظفر سے بولی۔ "ریچھ" ظفر ناچتے ناچتے جیمسن کی طرف مڑا اور یکلخت رک گیا۔

"یہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا....؟" اُس نے لڑکی کو مخاطب کر کے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ریچھ ہے.... ڈارلنگ....!" جواب ملا۔

"باہر نکل جاؤ.... بغیر اجازت کمرے میں کیوں داخل ہوئے۔" ظفر مکا تان کر جیمسن کی طرف جھپٹا۔

"ارے.... ارے.... یور ہائی نس....!" جیمسن بوکھلا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"نکل جاؤ....!" ظفر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"م.... میں جیمسن ہوں....!"

"میں کسی جیمسن کو نہیں جانتا.... نکل جاؤ....!"

"اچھی بات ہے.... آپ مجھے بہت جلد جان جائیں گے....!" جیمسن دانت پیس کر بولا اور کمرے سے نکل آیا۔ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

"ارے.... تم تو اُس کے بغیر ہی واپس جا رہے ہو۔!" پشت سے آواز آئی اور جیمسن بھنا کر پلٹ پڑا۔

مرشد کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"جی ہاں.... انہیں ایک لڑکی نچا رہی ہے۔!" جیمسن اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"جو یہاں آجاتا ہے واپس نہیں جانا چاہتا۔!"

"میں تو واپس جا رہا ہوں....!"

"تم اس لئے واپس جا رہے ہو کہ حاجت مند بن کر آئے تھے۔!"

"لیکن حاجت تو پوری نہیں ہوئی۔!"

"میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ جو چاہو مل سکتا ہے۔!"

"اچھا.... مجھے وہ لڑکی دے دیجئے.... جو ہز ہائی نس کے ساتھ ناچ رہی تھی۔!"

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو....؟" مرشد اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں یور ہائی نس....!"

"اچھی بات ہے.... لیکن اگر کبھی تم یہ درخواست لے کر آئے کہ اسے واپس لے لیا جائے تو پھر زندہ نہیں رہ سکو گے۔!"

"بہت بہتر....!"

مرشد نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ جلد ہی کھلا تھا۔

ظفر مرشد کو دیکھتے ہی احتراماً جھکا تھا لڑکی اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ مرشد نے اُسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ظفر کو ایک طرف ہٹا کر کمرے سے نکل آئی۔

"تم اس کے ساتھ جاؤ....!" مرشد نے جیمسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر لڑکی سے کہا۔

ظفر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ وہ بولا۔ "تمہیں اس سے بھی زیادہ دلکش عطا کر دی جائے گی۔!"

ظفر نے بچکانہ انداز میں دانت نکال کر اظہارِ مسرت کیا تھا۔ جیمسن نے اُسے مایوسی سے دیکھا اور مرشد کا شکریہ ادا کئے بغیر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔

باہر نکل کر کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف بڑھتا رہا۔ اس دوران میں ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ گاڑی کمپاؤنڈ کے باہر کھڑی کی تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ لڑکی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نہایت اطمینان سے سیٹ پر فروکش ہوتی ہوئی بولی۔ "تم سچ مچ کسی سرکس کے ریچھ ہی کی طرح کٹہرے سے نکل بھاگے ہو۔!"

"گاڑی سے اُتر جاؤ....!" جیمسن غرایا۔

"کیوں موت آئی ہے۔ اب مجھے یہیں چھوڑ کر گئے تو آدھا راستہ بھی طے نہ کر سکو گے۔!"

"کیوں....؟"

"مرشد کا حکم... جب تک کہ وہ خود مجھے واپس نہ بلائیں مجھے تمہارے ہی ساتھ رہنا ہوگا۔!"

"اچھی بات ہے۔!" جیمسن نتھنے پھلا کر غصیلے لہجے میں بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"تم کہاں رہتے ہو....؟" لڑکی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"جہنم میں....!"

"میں اسے تمہارے لئے جنت بنا دوں گی۔!"

"خاموش بیٹھی رہو....!"

"آخر خفا کیوں ہو....؟"

"تم نے مجھے ریچھ کہا تھا۔!"

"پرانی بات ہوئی۔ اب تو میں تمہیں شالا مار باغ کہوں گی۔ اتنی خوبصورت اور تناور ڈاڑھی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔!"

"میرا مذاق اڑا رہی ہو....!"

"تم میں خوش طبعی بھی پیدا کر دوں گی۔!"

"تمہارا مرشد میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"میری بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن اس کے احکامات کی تعمیل ہی میں عافیت ہے۔!"

"مجھے تو وہ کوئی بہت بڑا مجرم معلوم ہوتا ہے۔!"

"بکواس بند کرو....!" لڑکی یک بیک بپھر گئی۔ "مرشد کے خلاف کوئی نامناسب لفظ زبان سے نکلا تو میں ہی تمہیں قتل کر دوں گی۔!"

جیمسن نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ اُس سے زبردست حماقت سرزد ہوئی تھی۔ محض اندازے کی غلطی نے اُسے اس حال کو پہنچایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ ظفر الملک بھی لڑکی کے پیچھے دوڑا چلا آئے گا۔

اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرتا ہوا وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ "سوال تو یہ ہے کہ تمہیں کہاں لے جاؤں....؟"

"تمہاری شکل بھی ہے مجھے کہیں لے جانے کی۔ میں ہی لے جاؤں گی۔!" لڑکی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"کہاں لے جاؤ گی۔!"

"بس دیکھ لینا۔!"

"تو پھر کدھر چلوں....؟"

"شہر ہی کی طرف چلتے رہو....!"

جیمسن پھر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو چلا تھا۔ بدقت خود پر قابو پا سکا۔

کچھ دیر بعد لڑکی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے بولی۔ "تم اتنے کٹھور ہو کہ تم نے ابھی تک میرا نام بھی نہیں پوچھا۔!"

"نام....؟" جیمسن نے خواہ مخواہ قہقہہ لگایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے....؟"

"عورتوں کو بے نام ہونا چاہیے۔ میں نے آج تک کسی کا بھی نام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ گھوڑی تیز دوڑتی ہے۔ ریس کی ہوتی ہے تو نام بھی ہوتا ہے.... ورنہ صرف گھوڑی۔!"

"پتا نہیں کیا بک رہے ہو....!"

"ارے کیا تم کہیں کی ملکہ ہو کہ تمہارا نام بھی ہونا چاہیے۔!"

"میں آج سے تمہارے دل کی ملکہ ہوں۔ اپنا ہی نام بتا دو۔!"

"جیمسن....!"

"عیسائی ہو....!" وہ چونک کر بولی۔

"پیسائی.... میرا مذہب پیسہ ہے.... پتا نہیں آج کل کے لوگ مذہب کے چکر میں کیوں پڑتے ہیں۔!"

"کیوں نہ پڑیں۔!"

"تم کون ہو....؟"

"مسلمان....!"

جیمسن نے پھر قہقہہ لگایا.... اس بار وہ بُری طرح جھلا گئی۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔!"

"تم خود مذاق اڑا رہی ہو اپنا.... یہ سلیولس بلاؤز اور یہ کھال سے چپکا ہوا زیریں لباس اور یہ آوارہ گردی جب کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں سے انکی رہو اور اپنے سروں پر.... اوڑھنیاں ڈالو....!"

"شٹ اپ.... یو.... ڈرٹی بیسٹ.... میں مرشد کی کنواری ہوں۔ ابھی جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔ تم اپنی شکل دیکھو گندے ہپی....!"

"میں تو پیسائی ہوں.... میری بات ہی نہ کرو....!"

دفعتاً لڑکی ہنس پڑی.... ہنستی ہی رہی اور پھر بولی۔ "اوہ میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو.... اب تمہاری کسی بات پر غصہ نہیں آئے گا۔"

جیمسن نے پھر کٹکھنا سا چہرہ بنایا۔

پیچھے کسی گاڑی سے ہارن بجا کر اُن سے تیز رفتاری کا مطالبہ کیا گیا۔ اس جگہ سڑک اتنی کشادہ نہیں تھی کہ دو گاڑیاں برابر سے چل سکتیں۔

جیمسن نے ایکسیلریٹر پر مزید دباؤ ڈالا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے.... رفتار کم کرو....!" لڑکی بولی۔ "ہم ڈھلان پر جا رہے ہیں یہ گدھے تو ہارن بجاتے ہی رہتے ہیں۔!"

جیمسن نے رفتار کم کر دی۔ کچھ دیر بعد پھر پے در پے ہارن دیا جانے لگا۔

"اوہ.... اچھا.... میں سبق دیتا ہوں اس جنگلی کو....!" جیمسن دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"کیا کرو گے....؟"

"گاڑی روک کر اس سے نپٹ لوں گا۔!"

"احمقانہ حرکت ہو گی.... بس چپ چاپ چلتے رہو....!"

"ہارن کے ذریعہ وہ مجھے گالیاں دے رہا ہے۔!"

"پھر وہی بیوقوفی کی باتیں۔!"

لیکن اچانک جیمسن نے گاڑی روک دی۔ البتہ مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔

دوسری گاڑی شائد ایک گز کے فاصلے پر رکی تھی اور اس کا ہارن مسلسل چیخے جا رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو....؟" لڑکی جیمسن کی طرف جھک کر بولی۔ اُس نے بھی ابھی تک مڑ کر

پیچھے نہیں دیکھا تھا۔

جیمسن کچھ نہ بولا۔ اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور آنکھیں ونڈ اسکرین پر تھیں۔

دفعتاً پچھلی گاڑی سے آواز آئی۔ "کیا جھگڑا کرنے کا ارادہ ہے....؟"

جیمسن بے ساختہ چونک پڑا کیونکہ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس نے مڑ کر دیکھا ہی تھا کہ عمران نے آنکھ مار کر اُسے للکارا.... "جھگڑا کرنا ہے تو اُترو نیچے....!"

اشارہ سمجھ کر جیمسن نے گاڑی سے چھلانگ لگائی۔ لڑکی ہاں ہاں کرتی رہ گئی تھی۔ عمران اپنی جیپ سے اتر کر چیخنے لگا۔ جیمسن قریب پہنچا ہی تھا کہ اس نے مارنے کے لئے ہاتھ بھی گھما دیا۔

جیمسن اچھل کر پیچھے ہٹا تھا پھر قبل اس کے کہ عمران دوبارہ اس پر جھپٹتا لڑکی دونوں کے درمیان آگئی۔

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے....!" وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر چیخی۔

"ارے.... ارے.... تم کون ہوتی ہو مردوں کے معاملات میں دخل دینے والی ہٹو سامنے سے میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔!" عمران ہانپنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔

"تم خواہ مخواہ ہارن کیوں بجا رہے تھے۔!"

"میری ہابی ہے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا اور لڑکی کی نظر بچا کر جیمسن کو رفوچکر ہو جانے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "کون روک سکتا ہے مجھے ہارن بجانے سے۔!"

"بدتمیز ہو.... عورتوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔!" لڑکی چیخی۔

"تم خود بدتمیز ہو.... مردوں سے آپ جناب کر کے بات کرتے ہیں۔!"

"ذرا مرد کی شکل دیکھو..!" وہ عمران کے چہرے کے قریب ہاتھ لیجا کر طنزیہ لہجے میں بولی۔

پھر اچانک جیمسن گاڑی لے بھاگا تھا۔

"ارے.... ارے!" کرتی ہوئی وہ مڑی اور کچھ دور تک گاڑی کے پیچھے دوڑتی چلی گئی تھی۔



عمران نہایت اطمینان سے جیپ میں جا بیٹھا۔ لڑکی اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ لہٰذا پھر نیچے اترا اور جیپ کا بونٹ اٹھا کر پرزوں

سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں سنی تھیں اور مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔

لڑکی اس کی طرف دوڑی آرہی تھی۔ قریب پہنچ کر رکی اور زور زور سے ہانپنے لگی۔

چڑھائی پر دوڑتی ہوئی آئی تھی اس لئے سانسوں پر قابو پانا اس کے لئے دشوار ہورہا تھا۔ عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "دیکھا کتنا واہیات آدمی تھا جس کے لئے تم مجھے کاٹنے دوڑی تھیں۔ پتا نہیں میری گاڑی کو کیا ہوگیا ہے.... اسٹارٹ ہی نہیں ہوتی۔!"

وہ اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی ہانپتی رہی۔ عمران پھر انجن کی طرف متوجہ ہوگیا۔

کچھ دیر بعد لڑکی پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان اٹک اٹک کر کہنے لگی۔

"وہ.... میرا شوہر تھا.... اُس پر دورے پڑتے ہیں.... سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پتا نہیں.... اس کا کیا حشر ہو.... کسی کھڈ میں گاڑی گرادے.... کوئی بڑا حادثہ ہوجائے۔!"

عمران سیدھا کھڑا ہو کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائے جارہا تھا۔

وہ خاموش ہوئی تو غم انگیز لہجے میں بولا۔ "کاش مجھے حالات کا علم ہوتا۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔!"

"کیا تم نہیں جانتے کہ اس سڑک پر کوئی بھی ہارن نہیں بجاتا کیونکہ آگے جانے والی گاڑی راستہ نہیں دے سکتی۔!"

"میں نے بتایا نا کہ میری عادت ہے.... سنسان سڑکوں پر بھی بے خیالی میں ہارن بجانے لگتا ہوں۔!"

"اب کیوں دیر کررہے ہو....؟" وہ بے تابی سے بولی۔ "مجھے لفٹ دو.... جتنا تیز چل سکتے ہو چلو.... کہیں اُسے حادثہ نہ پیش آجائے۔!"

"اسٹارٹ ہی نہیں ہورہی۔ اگر اس دوران میں کوئی اور گاڑی آگئی تو میں گالیاں کھاؤں گا۔!"

"کیا تم باہر سے آئے ہو....؟"

"نہیں تو.... اندر ہی کا آدمی ہوں۔!"

"یعنی سردار گڈھ ہی کے باشندے ہو....!"

"ہرگز نہیں....! میں کسی ایسی جگہ پیدا ہونا ہرگز پسند نہیں کرسکتا جہاں لوگ ہارن بجا۔

پر خفا ہو جاتے ہوں۔!"

"میں کیا کروں.... میں کیا کروں....!" وہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔

"اب ایک ہی تدبیر سمجھ میں آرہی ہے۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"بتاؤ جلدی سے.... کرو تدبیر....!"

"میں اسٹیئرنگ سنبھالتا ہوں.... تم دھکا لگاؤ....!"

"مم.... میں دھکا لگاؤں....!"

"ہاں.... ہاں.... کیا ہوا.... کیا صرف ناچنے کودنے ہی میں مردوں کے شانہ بشانہ نظر آسکتی ہو۔!"

"بس.... بس....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "زیادہ بکواس نہ کرو.... بیٹھو گاڑی میں کوشش کرتی ہوں.... ڈھلان ہے.... مجھے زیادہ قوت نہیں صرف کرنی پڑے گی۔!"

"یہ ہوئی سمجھ داری کی بات....!" عمران ہونٹ گراتا ہوا بولا۔

پھر اس نے اسٹیئرنگ سنبھالا تھا اور لڑکی جیپ کو دھکیلنے لگی تھی۔ اچانک جیپ اسٹارٹ ہو کر جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی اور لڑکی منہ کے بل سڑک پر چلی آئی۔

"کمینے.... ذلیل....!" وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہاڑی۔

کچھ دور جا کر جیپ کے بریک چڑچڑائے تھے اور وہ یکلخت رک گئی تھی۔

عمران کود کر لڑکی کی طرف دوڑا اور جھک کر اُسے اٹھاتا ہوا بولا۔ "کوئی جان بوجھ کر تھوڑا ہی.... ارے.... ارے.... گالیاں کیوں دے رہی ہو۔ میری ماں سن پائے تو تمہاری زبان گدی سے کھینچ لے.... واہ بھئی بیوی کسی اور کی اور گالیاں میں کھاؤں۔!"

"تم بیہودہ اور کمینے ہو.... تم نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔ ہائے میری ناک۔!" وہ اپنی ناک دبا کر کراہی۔

"اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ چہرے کی سطح سے بہت زیادہ اونچی ناک واہیات ہوتی ہے۔!"

"میں کہتی ہوں جلدی کرو....!"

عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا جیپ کی طرف لے چلا۔ جیپ روانہ ہوئی.... لیکن وہ عمران کے ساتھ نہیں بیٹھی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اس کا دماغ چاٹے جا رہی تھی۔

"اگر.... وہ مر گیا تو پھر میری زندگی میں کیا باقی رہے گا۔ میں بھی خودکشی کرلوں گی۔ ذرا تیز چلاؤ گاڑی.... میرے خدا.... یہ کیا ہو گیا.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی کسی ایسے موقع پر دورہ پڑے گا۔!"

"خاموش بیٹھو.... ورنہ اب میں بھی پاگل ہو جاؤں گا۔!" عمران بولا۔

کچھ دیر بعد وہ آبادی میں بھی پہنچ گئے۔ جیمسن اور اس کی گاڑی کا کہیں پتا نہ تھا۔

"اب کدھر چلوں....؟" عمران نے لڑکی سے پوچھا۔

"میرا نام شکیلہ ہے....!"

"تمہارا نام شکیلہ نہ ہوتا تب بھی میں تم سے یہی سوال کرتا۔!"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کدھر گیا ہوگا۔!"

"گھر ہی گیا ہوگا۔!"

"دورے کی حالت میں گھر بھی بھول جاتا ہے۔!"

"تب پھر کوشش کرو کہ مجھ پر بھی دورہ پڑ جائے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"کچھ نہیں.... تمہیں کہاں اتار دوں۔!"

"میرے شوہر کو تلاش کرو.... اس کے بغیر میں گھر نہیں جاؤں گی۔!"

عمران نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور مڑ کر اُسے گھورنے لگا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو....؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہارے لئے کسی دوسرے شوہر کا انتظام کر دیا جائے۔ وہ تو ملنے سے رہا۔!"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔!"

"پھر کیا کر سکتا ہوں.... تمہارے لئے۔ اچھا فی الحال مجھے ہی بطور ضمانت رکھ لو....!"

"یقیناً تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!"

"یہی سمجھ کر پیچھا چھوڑ دو۔!"

لڑکی اسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی پھر زور سے چیخی۔ "اسے تلاش کرو۔!"

عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آس پاس کے کچھ لوگ رک کر انہیں دیکھنے لگے

تھے۔ عمران نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا لے گیا۔

لڑکی خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ ”گھر چل کر دیکھو تو.... شائد وہ پہنچ ہی گیا ہو۔!“

”ہمارا کوئی گھر نہیں ہے.... ہم گاڑی ہی میں رہتے تھے۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا....!“ عمران مسمسی صورت بنا کر بولا۔ ”اب اگر دورے ہی کی حالت میں اس نے اس گھر میں کسی اور کو بسا لیا تو تم بیچاری تو بالکل پیدل ہی ہو کر رہ جاؤ گی.... آہا.... اچھا.... ٹھہرو.... ایک تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔!“

”بتاؤ جلدی سے ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا.... میں بہت پریشان ہوں۔!“

”میں اپنے چچا کے نام ایک خط لکھے دیتا ہوں لے کر ان کے پاس چلی جاؤ۔ وہ اپنی روحانی قوت سے تمہارے شوہر کو گھر سمیت وہیں بلوالیں گے۔!“

”کہاں کی ہانک رہے ہو....؟“

”المرشد کی....!“

”کیا مطلب....؟“

”میں مرشد کا بھتیجا ہوں....!“

”بکواس ہے....!“

”بدتمیزی کرو گی تو یہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔ بہتر ہے کہ تم میرا خط لے کر اُن کے پاس چلی جاؤ۔!“

شکیلہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی ”اچھی بات ہے....! تم پورا واقعہ اپنے خط میں لکھ دینا.... اور ہاں اپنا نام اور پتہ لکھ دینا۔!“

”منظور....!“

وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر یک بیک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”ارے ہائیں....!“ عمران نے کہا اور پھر گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ وہ بدستور روئے جارہی تھی۔

”سوال تو یہ ہے کہ اس طرح رونے سے کیا فائدہ۔!“ عمران مڑ کر بولا۔

"خط سے کام نہیں چلے گا۔ تم خود میرے ساتھ چلو....!" وہ روتی ہوئی بولی۔

"بھلا کیا بات ہوئی....؟"

"تم نہیں سمجھ سکتے....! مرشد ہی نے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تھا۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"تم شہادت دو گے کہ وہ خود ہی مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں نے اسے نہیں چھوڑا۔!"

"تم بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو۔ پہلے تو تم نے مرشد کا نام نہیں لیا تھا۔!"

"تم مرشد کے بھتیجے ہو نا اس لئے سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔!"

"بتاؤ....!"

"اگر تم نے میری موافقت میں شہادت نہ دی تو میں شربت فردوس سے محروم ہو جاؤں گی۔!"

عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور آہستہ سے بولا۔ "شربت فردوس....؟ میں نہیں سمجھا....!"

"تب تم مرشد کے بھتیجے نہیں ہو سکتے۔ اگر شربت فردوس کے بارے میں نہیں جانتے۔!"

"مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم اس کے بارے میں کیسے جانتی ہو.... وہ تو صرف خاندان والوں کے لئے مخصوص تھا۔!"

"خاندان والوں کو علم ہونا چاہئے کہ مرشد کی کنواریاں بھی پیتی ہیں۔!" لڑکی نے بڑے فخر سے کہا۔

"تم کب شامل ہوئی تھیں کنواریوں میں....؟"

"ایک سال پہلے کی بات ہے....!"

"کیا تم ہر وقت المرشد میں رہتی ہو....؟"

"نہیں....! صرف شام کو جب شربت فردوس تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب بھی مرشد ہمیں وہاں طلب کریں۔!"

"کل کتنی کنواریاں ہیں....؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو....!"

"میں غیر شادی شدہ مارا مارا پھرتا ہوں اور وہ اتنی بہت سی کنواریاں سمیٹے بیٹھا ہے۔!"

"ہائیں.... تمہاری شادی نہیں ہوئی۔!"

"ایک بھی نہیں....!"

"لاتعداد کنواریاں ہیں....!"

"کوئی ایسی ہے جو ابھی حال ہی میں کنواری بنی ہو....!"

"تم یہ سب کیوں پوچھنا چاہتے ہو....؟"

اچانک گاڑی کے ڈیش بورڈ سے عجیب طرح کی آواز آئی اور کوئی کہنے لگا" بتاؤ.... بتاؤ.... جو کچھ یہ پوچھ رہا ہے۔!"

وہ دونوں غیر ارادی طور پر اچھل پڑے تھے۔

"مم.... مم.... مرشد....!" لڑکی ہکلائی اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

آواز پھر آئی...."سنو مردود بھتیجے.... یہ آواز ایک ایسے دھماکے میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے جو اس گاڑی کے پرخچے اڑا دے۔!"

"بے شک.... بے شک.... چچا جان....!" عمران جلدی سے بولا۔

"تم سردار گڈھ سے چلے جاؤ.... پھر وارننگ دے رہا ہوں۔"

"سیزن گذار کر چلا جاؤں گا.... ظالم چچا....!"

"اچھی بات ہے.... اب تم واقعی بھگتو گے....!"

"میری بات تو سنو....!"

"ہاں.... کیا ہے.... بکو....!"

"ان تینوں کو میرے حوالے کر دو.... تمہارے آدمی بھی چھوڑ دیئے جائیں گے۔!"

"یہ ناممکن ہے....!"

"ناممکن کو ممکن بنانا میری ہابی ہے....!"

"میں دیکھوں گا....!"

عمران نے بھی کچھ کہنا چاہا تھا کہ پھر ویسی ہی آواز آئی جیسی اس گفتگو سے پہلے آئی تھی اور سناٹا چھا گیا۔

اس کے بعد ہی اس نے سیٹ پر سے چھلانگ لگاتے ہوئے لڑکی سے کہا تھا۔ "بھاگو"۔

لڑکی نے بھی ڈیش بورڈ کے اس خانے سے دھواں نکلتے دیکھا تھا جس سے مرشد کی آواز آئی تھی۔

عمران کے پیچھے اُس نے بھی گاڑی سے چھلانگ لگائی اور اب گاڑی سے دور کھڑے وہ گاڑی ہی کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ لیکن نہ کوئی دھماکا ہوا اور نہ گاڑی کے پرخچے اڑے۔ وہ ہلکا سا دھواں بھی فضا میں مدغم ہو چکا تھا جو کچھ دیر پہلے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے برآمد ہوا تھا۔

"اب.... کک.... کیا ہوگا....!" لڑکی ہکلائی.... "مم.... مقدس بھتیجے....!"

"مقدس بھتیجے....!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"مرشد کے بھتیجے کو پھر اور کیا کہا جائے گا۔ لیکن مرشد آپ سے خفا ہیں۔!"

"ہاں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "وہ مجھے سجادہ نشینی کی ٹریننگ دینا چاہتے تھے۔ لیکن میں پولٹری فارمنگ میں انٹرسٹڈ ہوں۔!"

وہ پھر گاڑی کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر باہر ہی سے ڈیش بورڈ کا وہ خانہ کھولا جس سے دھواں نکلا تھا۔ کوئی چیز جل کر ضائع ہو گئی تھی۔ شائد بالوں کا ایک گچھا تھا.... یا باریک تاروں کا چھوٹا سا ڈھیر....!"

عمران نے اسے ہاتھ لگائے بغیر خانہ بند کر دیا.... لڑکی اس کے بعد ہی قریب پہنچی تھی۔

"کیسا دھواں تھا....؟" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مرشد کی کرامت.... وہ دھوئیں کی آواز تھی۔ چلو بیٹھ جاؤ.... میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"تمہیں وہ سب کچھ بتا دینا چاہئے جو میں پوچھوں.... مرشد کی طرف سے بھی تمہیں اجازت مل چکی ہے۔!"

"ہاں آں....!" وہ چونک کر بولی۔ "پوچھو....!"

اس بار وہ عمران کے برابر ہی بیٹھی تھی اور انداز بھی جارحانہ نہیں تھا۔ گاڑی حرکت میں آئی اور عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ "تم کس طرح مرشد تک پہنچی تھیں....؟"

"بس یونہی جیسے سب جاتے ہیں۔ سب کے ساتھ میں بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک مرشد سے نظر ملی اور مرشد نے وہی بات کہہ دی جو اس وقت میرے دل میں تھی۔ میں بدحواس ہو گئی

ایسا محسوس ہوا جیسے بیہوش ہو جاؤں گی۔ ایک عورت مجھے حلقے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئی اور شربت فردوس پلایا۔ ہائے.... میں تو اس شربت کے لئے جان تک دے سکتی ہوں۔ لذت ہی لذت.... تم نے تو پیا ہو گا۔!"

"مردوں کو کہاں نصیب ہوتا ہے۔!" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔

"وہ متبرک مشروب اذیت کو بھی لذت بنا دیتا ہے۔!"

"وہ کس طرح....؟"

"جب میں اس کے زیر اثر ہوں تو میرے سینے میں خنجر اتار دو.... مجھے ذرہ برابر پرواہ نہ ہو گی۔!"

"ہوں....!" عمران نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا۔ "مجھے کسی ایسی لڑکی سے ملواؤ جو حال ہی میں شربتی ہوئی ہو۔!"

"سب سے المرشد ہی میں ملاقات ہوتی ہے۔ میں کسی کا پتا نہیں جانتی۔ میرا خیال ہے کہ اب تم میرے ساتھ المرشد میں چلو میں تمہاری خطائیں معاف کرادوں گی۔!"

"ضرور.... ضرور.... مگر چلو پہلے کہیں کھانا کھالیں۔!"

"ٹام سنز میں چلو.... وہاں کی سوئیٹ ڈش بہت اچھی ہوتی ہے۔!" لڑکی بولی۔

"ٹھیک ہے.... وہیں چلتے ہیں۔!"

ٹام سنز ریسٹوران اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ گاڑی رکتے ہی عمران بولا "اترو.... اور ذرا دیکھو کوئی میز خالی ہے یا نہیں۔ ورنہ کہیں اور چلیں گے۔!"

"تم خود اتر کر دیکھ لو.... چھوڑ بھاگنا چاہتے ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "تم اب ایسا نہیں کر سکتے۔ مرشد اب یہی چاہتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ رہوں ورنہ میرے لئے ضرور کوئی ہدایت ہوتی۔!"

"میرے ساتھ رہ کر تم شربت فردوس سے محروم ہو جاؤ گی۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ تک کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچے گا۔ خواہ میں کہیں ہوں.... یہ مرشد کا وعدہ ہے۔!"

"مرشد.....!" پتا نہیں عمران نے دانت پیسے تھے یا کسی اور وجہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔



ظفر الملک نے لاپرواہی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ مرشد کو خصوصی طور پر اس کی طرف توجہ دینی پڑی۔ جیمسن کے چلے جانے کے بعد وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں کچھ دیر پہلے ظفر شکیلہ کے ساتھ رقص کرتا رہا تھا۔

چند لمحے ظفر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم مجھے جانتے ہو.....؟"

"اچھی طرح.....!" ظفر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "آپ بہت اونچے آدمی ہیں دوسرے مذہبی آدمیوں کی طرح عورت سے دور رہنے کی نصیحت نہیں کرتے۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ عمران نے تمہیں میرے متعلق کیا بتایا ہے۔!"

"گریٹ..... مگر خطرناک.....!"

"کیا تم میرا نام جانتے ہو.....!"

"نہیں..... مسٹر علی عمران آپ کو مرشد ہی کہتے ہیں۔ میں نے نام معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے نہیں بتایا۔!"

"اگر میں خطرناک ہوں تو تم اس ہی کے ساتھ چلے کیوں نہیں گئے۔!"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی مجھے یہاں کیوں لائی تھی۔!"

"میں تمہیں بطورِ یرغمال رکھنا چاہتا ہوں۔!"

"پھر آپ نے اس نانجار کو کیوں اجازت دے دی تھی کہ وہ مجھے یہاں سے لے جائے۔!"

"یہاں سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس نے خواہش ظاہر کی تھی۔!"

"تب تو ہم سے زبردست غلطی سرزد ہوئی۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"ہم تینوں لڑکیاں آپ سے مانگ سکتے تھے۔ آپ یقیناً ہماری مراد پوری کر دیتے یعنی ان سلسلے میں اپنا چیلنج واپس لے لیتے۔!"

"وہ تینوں یہاں پہنچ چکی ہیں۔!"

"نہیں....!" ظفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

مرشد نے اسے گھورتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی اور سرد لہجے میں بولا۔ "جو کچھ میری زبان سے نکلتا ہے اسے ہونا ہی پڑتا ہے۔!"

ظفر خاموشی سے فرش پر نظر جمائے رہا۔

"ادھر دیکھو....!" کچھ دیر بعد مرشد بولا۔

"جی....!" ظفر اس طرح چونک پڑا جیسے خود کو بالکل تنہا سمجھتا رہا ہو۔!

"تم نے جیمسن کو پہچاننے سے کیوں انکار کر دیا تھا۔!"

"پہچان لیتا تو جانا ہی پڑتا اس کے ساتھ.... اچھا بتایئے کیسی شاندار اداکاری تھی کہ وہ بھی دھوکا کھا گیا۔!"

"کس قسم کی اداکاری....؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہی کہ مرشد نے اپنی روحانی قوت کو بروئے کار لا کر میرا دماغ الٹ دیا....!"

"کیا تم لوگ میری روحانیات کو فراڈ نہیں سمجھتے۔!"

"یہ سب کچھ عمران صاحب جانیں۔!"

"عمران سے تمہارے تعلقات کی نوعیت کیا ہے....!"

"ایسی دوستی جس میں احترام بھی شامل ہے۔!"

"ہوں.... تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو.... نواب مظفر الملک کا بھتیجا اور لا وارث ایسی بیہودہ زندگی گذارے.... مجھے قطعی پسند نہیں۔!"

"اُوہو.... تو آپ مجھے اس حد تک جانتے ہیں۔!"

"مرشد سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔"

"وہ.... وہ.... لڑکی میرے ساتھ ناچ رہی تھی۔!"

"وہ جیمسن کو بخش دی گئی تھی۔ لیکن وہ بدقسمت اُسے چھوڑ بھاگا۔ اب عمران کے ساتھ ہے۔!"

"عمران کے ساتھ ہے....؟" ظفر اچھل پڑا۔

"کیوں....؟ تم بوکھلا کیوں گئے۔!"

"کک.... کچھ نہیں.... یہاں تنہائی تو مجھے کھا جائے گی۔!"

"دوسری چاہئے....؟" مرشد اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

ظفر نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی....اور فرش پر نظر جما دی۔

"اچھا.... آؤ میرے ساتھ....!" وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

دونوں راہداری میں آئے پھر مرشد بائیں طرف مڑا تھا۔

ظفر مودبانہ انداز میں اس کے پیچھے چلتا رہا۔ ایک جگہ رک کر مرشد اس کی طرف مڑ بغیر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اب تمہیں یہاں ایک منٹ کے لئے بھی نہ رکنے دوں۔!"

"کک.... کیوں....؟" ظفر بھی رک کر ہکلایا۔

"تمہاری اہمیت ہی کیا ہے کہ میں تمہیں بطورِ یرغمال رکھوں.... وہ تینوں لڑکیاں ہی کا ہیں۔ عمران سے کہہ دینا.... اگر میرے آدمی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر نہ چھوڑے گئے تو تینوں لڑکیاں پاگل ہو جائیں گی۔" وہ ظفر کی طرف مڑ کر بولا۔

"اور اس لڑکی کا کیا ہو گا جو عمران صاحب کے پاس ہے۔!"

"لڑکی....؟" مرشد نے طویل سانس لی اور اُسے مضحکانہ انداز میں گھورتا ہوا بولا۔ "تم لڑکی کے لئے تم کس حد تک جا سکتے ہو....؟"

"قبر کی حد تک....!"

"اچھی بات ہے.... تو جاؤ اور کسی طرح عمران کو اس لڑکی سمیت یہاں لاؤ۔ وہ لڑکی میں تمہیں بخش دوں گا۔!"

"یہ تو مجھے ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔!" ظفر پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"کیوں....؟"

"انہیں آنا ہوتا تو خود ہی چلے آتے۔!"

"اُسے آنا ہی پڑے گا۔!" مرشد اسے گھورتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "اور تم ہی لاؤ گے۔"

"آپ کہہ رہے ہیں تو کوشش کروں گا۔!"

"طریق کار کیا ہو گا....؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"آؤ....!" وہ پھر دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں عمران سے بھی زیادہ پُر

...چالاک.... اور طاقت ور بنادوں۔!"

ظفر پھر اس کے پیچھے چلنے لگا تھا۔!



"اب تم کیا چاہتے ہو....؟" عمران نے ڈان فاگان کو مخاطب کیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا کہوں.... تم نے رہا بھی کر دیا تو اب میں اس کی نگرانی کس طرح کر سکوں گا۔!"

"کس کی نگرانی....؟"

"مرشد کی....!"

"سنو.... کیا تم کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ مرشد کے علم میں آئے بغیر ہم المرشد میں داخل ہو سکیں۔!"

"اس سے کیا ہوگا....؟"

"پھر میں تمہیں بتا سکوں گا کہ اس کی نگرانی کس طرح کی جائے۔!"

"اسے ہر حال میں علم ہو جائے گا کہ ہم عمارت میں داخل ہوئے ہیں۔!"

"مجھے صرف ایک بات پر حیرت ہے۔ ڈان فاگان۔" عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "جب میں یہاں موجود تھا تو پھر تمہیں مرشد کی نگرانی پر کیوں متعین کیا گیا....!"

"کیا مطلب....؟" ڈان فاگان چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"مادام کو علم ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔!"

"اوہ.... اوہ.... تت.... تو.... تم....!"

"بس خاموش....!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "دیواریں بھی کان رکھتی ہیں۔ بلکہ میں تمہیں حوالات سے نکلوا کر کہیں اور لے جاؤں گا پھر وہیں باتیں ہوں گی۔ اتنا ہر سن لو کہ میں کبھی مادام کی نیابت بھی کر چکا ہوں۔!"

"تم بڑی حیرت انگیز باتیں کر رہے ہو.... دوست....!" ڈان فاگان اس کی آنکھوں میں

دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مادام نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے ملک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز کبھی نہیں بنائیں گی۔!"

"اوہ.... تو پھر شائد اسی لئے انہوں نے مجھے اس کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ لیکن میں کیسے یقین کرلوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو۔!"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر میں تمہیں ابھی اپنے ساتھ حوالات سے باہر لے چلتا ہوں بس تمہارے چہرے پر میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا۔ لیکن تم گاڑی میں بالکل خاموش بیٹھو گے کیونکہ ایک لڑکی بھی ہے میرے ساتھ۔!"

عمران نے اپنے بریف کیس سے میک اپ کا سامان نکالا اور ڈان فاگان کے چہرے کی مرمت شروع کردی ساتھ ہی کہتا جارہا تھا۔ "چال میں تھوڑا سا لنگڑا پن پیدا کرلینا بس کافی ہے اور جب میں خواہش کروں تب ہی بولنا۔ عیب پوشی کے لئے خاموشی سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ اسے حوالات سے لے نکلا۔ باہر جیپ کھڑی تھی اور اگلی سیٹ پر شکیلہ دھرنا دیئے بیٹھی تھی۔

عمران نے ڈان فاگان کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر جب وہ گاڑی اسٹارٹ کررہا تھا شکیلہ نے آہستہ سے پوچھا "یہ کون ہے....؟"

"میرا دوست... اب یہ بھی اسی گھر میں رہے گا۔!" عمران نے کہہ کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا۔

"تو کیا اب تم بھی گاڑی ہی میں رہو گے۔!"

"بالکل.... تاکہ میں دیکھ سکوں کہ مرشد تمہیں کس طرح شربت فردوس بھجواتا ہے۔!"

"وہ تو پہنچ بھی چکا جسے میں ٹھیک ساڑھے چھ بجے پیوں گی۔ بس تم مجھ پر ایک احسان کرنا۔ میں تمہیں ایک سوئی دوں گی۔ جب میں شربت پی چکوں تو تین تین منٹ کے وقفے سے میرے جسم میں چبھوتے رہنا۔!"

"اُوہو.... تو ابھی سوا چھ بجے ہیں۔!"

"بس پندرہ منٹ بعد.... لیکن کسی جگہ چلو جہاں آرام سے لیٹ سکوں۔!"

"شربت کا اثر کتنی دیر تک رہتا ہے۔!"

"ایک گھنٹے تک....!"

"تب تو فوراً ہی کہیں پہنچنا چاہئے۔!"

"ڈاک بنگلے میں چلو.... یہاں سے نزدیک ہی ہے۔ میں جانتی ہوں۔!"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ شربت پہنچا کس طرح....؟"

"جب تم پولیس اسٹیشن میں تھے۔ ایک آدمی دے گیا تھا۔ یہ دیکھو....!" اس نے ایک چپٹی سی شیشی اسے دکھائی۔

عمران نے پُر تشویش انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی.... دفعتاً شکیلہ چیخی۔ "ارے.... ارے.... ٹھہرو.... ڈاک بنگلہ تو نکل گیا.... روکو.... روکو....!"

"فکر نہ کرو.... ابھی پانچ منٹ باقی ہیں.... تم ٹھیک ساڑھے چھ بجے پی سکو گی۔!"

سورج کبھی کا غروب ہو چکا تھا اور اب خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ گاڑی شہری آبادی سے بہت دور نکل آئی تھی۔

ڈان فاگان پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ایک جگہ عمران نے گاڑی سڑک کے نیچے اتار دی اور کچھ دور چلنے کے بعد بریک لگاتا ہوا بولا۔ "تم شربت پی کر پچھلی سیٹ پر لیٹ جانا۔!"

"ہرگز نہیں.... ڈاک بنگلے چلو....!"

"بکواس مت کرو.... ورنہ شربت سمیت کسی کھڈ میں پھینک دوں گا۔!"

"یہاں تو میں ہرگز نہ پیوں گی۔!"

عمران نے انجن بند کر دیا تھا۔ دفعتاً سڑک پر کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ کی روشنی پھیل گئی۔

عمران مڑ کر دیکھنے لگا۔ شکیلہ بھی مڑی اور پھر وہ گاڑی بھی اُسی ڈھلان میں اترتی نظر آئی۔

"خوب....!" عمران نے آہستہ سے کہا اور دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ تیزی سے ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

"کہاں گئے تم.... کہاں گئے....!" شکیلہ چیخی.... اتنے میں گاڑی ٹھیک جیپ کے برابر آرکی.... اور کسی نے اونچی آواز میں کہا۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے۔!"

"کچھ.... نہیں.... کچھ بھی نہیں۔!" عمران نے شکیلہ کی آواز سنی۔

"خدائی خوارو.... کیا چھت میسر نہیں ہے کہ یہاں آسمان کے نیچے....!"

"بکواس مت کرو.... تم سے مطلب....!" شکیلہ چیخی۔

"ارے.... یہ تو وہی لڑکی ہے۔!" اس بار ظفر الملک کی آواز تھی۔ "تو پھر عمران یہیں کہیں ہو گا.... بتاؤ.... وہ کہاں ہے۔!"

"مگر پچھلی سیٹ پر کون ہے....!" دوسری آواز آئی۔

"روشنی ڈالو....!" ظفر کی آواز آئی۔

پھر شائد انہوں نے ٹارچ کی روشنی جیپ پر ڈالی تھی۔

"میں نہیں پہچانتا....!" عمران نے ظفر کی آواز دوبارہ سنی۔

"تم کون ہو....!" اس بار شائد ڈان فاگان کو مخاطب کیا گیا تھا۔

عمران نے اب چھپے رہنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن ظفر کا انداز گفتگو اسے غیر معمولی معلوم ہوا تھا۔ اُس نے قریب ہی پڑا ہوا ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر دور اندھیرے میں پھینک دیا۔

"یہ کیا....؟" کوئی چونکا۔

"دیکھو....!" یہ ظفر کی آواز تھی اور پھر کوئی اسی سمت دوڑتا چلا گیا جدھر عمران نے پتھر پھینکا تھا۔

وہ بڑی پھرتی سے پتھر کی اوٹ سے نکلا اور ظفر الملک کے پیچھے جا کھڑا ہوا جو شکیلہ سے اس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"بتاؤ.... وہ کہاں ہے میں اسے زبردستی مرشد کے پاس لے جاؤں گا۔! اُسے دکھاؤں گا کہ میں مرشد کی کرامت سے کتنا طاقتور ہو گیا ہوں۔!"

عمران نے اس کی بائیں کنپٹی پر ایسا جچا تلا ہاتھ رسید کیا کہ وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے بازوؤں پر جھول گیا۔

"تم نیچے آ جاؤ....!" عمران نے آہستہ سے اسپینی سے کہا اور ڈان فاگان نے پچھلی سیٹ خالی کر دی۔ بیہوش ظفر کو پچھلی سیٹ پر ڈال دینے کے بعد اُس نے شکیلہ کی طرف کا دروازہ کھولا۔

"کک.... کیا ہے....!" وہ اُس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ بعد کے الفاظ کراہ میں تبدیل ہو گئے تھے۔ عمران نے اس کی کنپٹیاں دبائی تھیں۔ بے حس و حرکت ہو کر وہ بھی اس کے بازوؤں میں آ گئی۔ اُسے اٹھائے ہوئے ڈان فاگان سے اس نے دوسری گاڑی کی پچھلی نشست کا

دروازہ کھولنے کو کہا۔

اس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر شکیلہ کو ڈال کر اس نے ڈان فاگان سے کہا ”کنجی اگنیشن میں موجود ہے۔ گاڑی کو سڑک پر لے جاؤ۔ شہر کی طرف موڑ کر کھڑی کردو اور میرے منتظر رہو!“

ڈان فاگان نے فوری طور پر اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران پھر اسی بڑے پتھر کی اوٹ میں جا چھپا۔

جیپ سڑک پر پہنچی ہی تھی کہ اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔

وہ آدمی جو اس کی تلاش میں گیا تھا شائد جیپ کی آواز پر پلٹ پڑا تھا گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے ٹارچ روشن کی اور دائرہ گردوپیش میں چکرانے لگا۔

پھر وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف جھکا ہی تھا کہ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو کچھ دیر پہلے ظفرالملک کا ہو چکا تھا۔ پھر اُسے بھی اٹھا کر اگلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا اس کی ٹارچ ہاتھ آ گئی تھی جس کی روشنی میں عمران نے شکیلہ کی قمیض کے کالر پر لکھنا شروع کیا۔

”پیارے چچا.... شکریے کے ساتھ واپس....! لڑکی کچھ زیادہ پسند نہیں آئی تھی.... اگر ظفرالملک پر تم نے کوئی خاص نسخہ آزمایا ہے تو اس کے توڑ کے لئے بھی تیار رہو.... ورنہ پھر.... سچ مچ مجھے المرشد آنا ہی پڑے گا۔!“

اس کے بعد ٹارچ کی روشنی ایک بار پھر اگلی سیٹ پر پڑی۔ وہ آدمی بدستور بیہوش تھا۔ ٹارچ اس کی گود میں ڈال کر عمران سڑک کی طرف چل پڑا۔

ڈان فاگان نے گاڑی تھوڑے فاصلے پر روکی تھی۔

”تم ہی ڈرائیو کرو....!“ اُس نے پچھلی سیٹ پر بیہوش ظفرالملک کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ.... یہ.... تو تمہارا ہی ساتھی ہے۔!“ ڈان فاگان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہاں.... بس چلے چلو....!“

اس دوران میں عمران نے سردار گڈھ میں کئی ٹھکانے بنائے تھے۔ ظفرالملک کی موجودہ حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ شہری آبادی سے دور ہی رہے۔

ڈاک بنگلے کی شمال میں وہ ہٹ تھا جہاں وہ اُسے اس وقت لے جانا چاہتا تھا۔



سنگ ہی ان دونوں کو قہر آلود نظروں سے گھورے جارہا تھا۔ وہ سر جھکائے کھڑے تھے خصوصاً شکیلہ بہت زیادہ نروس نظر آرہی تھی۔

سنگ اس وقت سنگ ہی تھا۔ مرشد نہیں۔ شکیلہ اسے مرشد کی حیثیت سے نہیں پہچان سکی تھی اور وہ المرشد میں بھی نہیں تھے۔

"یہ لڑکی کون ہے....؟" سنگ نے مرد سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا بس یہ اسی کی گاڑی میں تھی۔ جب ہوش آیا تو مجھے اپنی گاڑی میں پڑی ملی۔!"

"تم کون ہو لڑکی....؟"

"م.... میں شکیلہ ہوں....!"

"عمران سے کیا تعلق ہے....؟"

"کون عمران....؟ میں تو اپنے بھائی شکیل کے ساتھ تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہاں تک کیسے پہنچی۔!"

"تمہاری قمیض کے کالر پر کیا لکھا ہے۔!"

"کالر پر لکھا ہوا ہے....!" شکیلہ نے حیرت سے دہرایا۔

"آئینہ ادھر ہے....!" سنگ نے بیزاری سے بائیں جانب اشارہ کیا تھا وہ بے ساختہ قد آدم آئینے کی طرف بڑھ گئی۔

پھر سنگ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی تھی لیکن جب وہ اُس کی طرف مڑی تو یک بیک اس طرح سنجیدہ ہو گیا جیسے اُسے قہر آلود نظروں سے گھور تا رہا ہو۔!

"میں نہیں جانتی یہ سب کیا ہے۔" شکیلہ نے غصیلی آواز میں کہا۔ "میں اپنے بھائی کی گاڑی میں تھی یقیناً کوئی حادثہ پیش آیا تھا اور میں بیہوش ہو گئی تھی۔ بتاؤ اب میں کہاں ہوں.... اور میرا بھائی کہاں ہے۔!"

"گاڑی میں دو آدمی تھے....!"

"ہاں.... ہاں.... دوسرا میرے بھائی کا دوست تھا۔ کہاں ہیں وہ دونوں....!"

"ہسپتال میں.... چلو میں تمہیں وہاں لے چلوں....!"

"مجھے بتاؤ.... کس ہسپتال میں ہیں۔ میں خود چلی جاؤں گی۔!"

"اکیلی کہاں بھٹکتی پھرو گی میں پہنچادوں گا۔!" سنگ نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں پہنچا آؤں باس....؟" اس آدمی نے کہا

"شٹ اپ.... اپنے کمرے میں جاؤ.... آج تم سے جو غفلت ہوئی ہے اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہو....!"

"مم.... میں بے قصور ہوں باس....!" وہ گڑگڑایا۔

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ۔!" سنگ ہاتھ اٹھا کر دہاڑا اور وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔

"ہاں.... تو چلو....!" سنگ شکیلہ کی طرف مڑا۔

"میں تم جیسے اوٹ پٹانگ آدمی کے ساتھ باہر دیکھی جانا پسند نہیں کروں گی۔!"

"کیا میں اتنا ہی بدصورت ہوں.... میری گڑیا....!"

"شٹ اپ....!"

سنگ اسے ندیدے پن سے گھورے جارہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ سنگ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو.... ورنہ تباہ ہو جاؤ گے....!" وہ غصیلے لہجے میں چیخی...."میں مرشد کی کنواری ہوں....!"

"کون مرشد....؟"

"الرشد والے....!"

دفعتاً سنگ نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر ایک دلدوز چیخ ماری اور فرش پر گر کر اس طرح تڑپنے لگا جیسے ٹھیک دل کے مقام پر گولی لگی ہو۔

شکیلہ دروازہ کھول کر جھپاک سے باہر نکل گئی۔

پھر شائد سنگ کی چیخ ہی سن کر وہ آدمی وہاں دوڑ آیا تھا جسے سنگ نے دوسرے کمرے میں جاکر سزا کا منتظر رہنے کو کہا تھا۔

"کک.... کیا ہوا باس....؟" وہ بوکھلا کر اس پر جھکتا ہوا بولا۔

"کچھ بھی نہیں....!" سنگ اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ "اب چل کر مجھے وہ جگہ دکھاؤ.... جہاں کھیل بگڑا تھا۔!"

وہ عمارت سے باہر نکلے... یہ شہری آبادی کا ایک بھرا پرا حصہ تھا۔ شکیلہ کہیں نہ دکھائی دی۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ خود سنگ اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھا تھا اور اس آدمی کو بھی اگلی سیٹ پر اپنے برابر بٹھا دیا تھا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی۔

"لل.... لیکن.... اب وہاں کیا ہوگا باس....!" سنگ کا ساتھی دبی دبی سی آواز میں بولا۔

"اپنے ہونٹ سختی سے بند رکھو....!"

"اُو کے.... باس....!"



ظفر الملک کو ابھی ہوش نہیں آیا تھا۔ وہ صوفے پر چت پڑا تھا اور عمران اس کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔ ڈان فاگان بھی اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

ظفر کے پاس اس کا سب کچھ موجود تھا حتیٰ کہ وہ جیبی ٹرانس میٹر تک اس کے پاس ہی رہنے دیا گیا تھا جو اُسے محکمے کی طرف سے ملا تھا۔ بغلی ہولسٹر میں ریوالور بھی موجود تھا۔

دفعتاً عمران چونک پڑا۔ وہ اس کا بازو ٹٹول رہا تھا۔ کوئی سخت سی چیز داہنے بازو سے بندھی ہوئی تھی۔ پھر وہ چیز اس نے بازو سے کھول لی۔ دیا سلائی کی ڈبیہ کے برابر رہی ہوگی۔

"اُوہ.... ڈیٹکٹر....!" اچانک ڈان فاگان بڑبڑایا۔

"کیا مطلب....!"

"جلدی بتاؤ.... یہ جگہ اُس مقام سے کتنی دور ہوگی جہاں سے ہم اُسے لائے ہیں۔!"

"بس ایک یا ڈیڑھ میل....!"

"اوہو.... تو جلدی سے اپنے تحفظ کا انتظام کرو.... اس ڈیٹکٹر کا ریسیونگ اپریٹس انہیں سیدھا یہیں لائے گا کیونکہ یہ پانچ میل کے دائرے میں بے حد موثر ثابت ہوتا ہے۔!"

"کیا وہ ٹھیک اسی عمارت کے سامنے رک سکیں گے۔!"

"یقیناً ہمارے نئے آلات ایسے ہی موثر ہیں۔!"

عمران پھر ظفر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ رہا تھا۔ اس کے بعد ہونٹوں پر ٹیپ چپکا دیا کہ ہوش آنے پر آواز نہ نکال سکے۔ ڈان فاگان اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"تم میرے ساتھ چلو....!" عمران نے اس سے کہا اور ہٹ میں اندھیرا کر کے باہر نکل آیا۔

"کیا کرنا چاہتے ہو....؟" ڈان فاگان نے آہستہ سے پوچھا۔

"بس دیکھتے رہو....!"

عمران نے ہٹ کا دروازہ مقفل کر دیا تھا اور اب وہ دونوں اندھیرے میں ایک طرف چلے جا رہے تھے۔

"ان تینوں لڑکیوں کے لئے تم کیا کچھ نہیں کر رہے۔!" ڈان فاگان بڑبڑایا۔

"کم از کم تین تو ہوں.... ایک آدھ سے کیا فائدہ....!"

"تم لوگ چار چار شادیاں کرتے ہو....!"

"چار کے آگے صفر لگا کر اپنا چالیسواں کرنے کے لئے....!"

"یہ کیا ہوتا ہے....!"

"بہت زوردار ہوتا ہے.... تم نہیں سمجھ سکو گے۔!"

"خیر مجھے کیا.... تمہارا اپنا نجی معاملہ ہے۔!"

"پوری قوم کا نجی معاملہ ہے.... عورت اور پیسہ.... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی۔!"

"بعض اوقات تمہاری باتیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں۔!"

"ہاں تو اب ہم دیکھیں گے ڈنکٹر کے کمالات....!" عمران نے کہا اور چلتے چلتے رک گیا۔

چاروں طرف اندھیرے کی اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

عمران نے ڈان فاگان کو وہیں رکنے کو کہا اور خود پنسل ٹارچ کی محدود روشنی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

وہ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں ڈنکٹر کو رکھ کر اس کے آس پاس ہی خود بھی چھپ سکے۔ ڈنکٹر اس کی مٹھی میں دبا ہوا تھا۔ اچانک اس میں خود بخود جھنجھناہٹ سی پیدا ہو گئی اور عمران کو رک جانا پڑا اور ڈنکٹر سے آواز آئی۔

"بھتیجے.... تمہارے پراسرار ساتھی نے یہ تو بتا دیا کہ یہ ڈنکٹر ہے لیکن اسے شائد علم نہیں کہ اس کے توسط سے ریسیونگ آپریٹس پر میں تم دونوں کی گفتگو بھی سن سکوں گا اور تم تک اپنی آواز بھی پہنچا سکوں گا۔ اس وقت وہ کام ہوا ہے کہ تمہاری ساری خطائیں فوری طور پر معاف کر رہا ہوں۔ اور وہ تینوں لڑکیاں بھی صبح تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔ میرے پاس بھانت بھانت کی عورتوں کی کمی نہیں۔ مجھے پہلے ہی ڈان فاگان پر شبہ ہوا تھا کہ یہ میری نگرانی کے لئے مجھ پر مسلط کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں نے تمہارے ملک کی باشندہ لڑکیوں کو اس کے توسط سے پکڑوایا تھا۔ جس کے نتیجے میں بالآخر یہی ہوا کہ وہ تم سے کھل گیا۔ ظفر کو ڈنکٹر سمیت تم تک پہنچانے کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح ڈان فاگان پوری طرح روشنی میں آسکے۔ سنتے رہو.... تمہاری آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم ایک اجنبی کے ساتھ پولیس اسٹیشن سے برآمد ہوئے ہو۔ اپنے اندازے کے مطابق میں نے اسے ڈان فاگان ہی سمجھا تھا اور تم نے دیکھا کہ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ میک اپ میں ڈان فاگان ہی نکلا۔ بس پھر میں نے ظفر کو اپنے ایک آدمی کے ساتھ تمہارے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ ظفر کے پاس رہ کر تم دونوں نے جس قسم کی گفتگو کی تھی اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ٹی تھری بی مجھ پر اعتماد نہیں کرتی۔ خیر یہ ہمارا نجی معاملہ ہے.... میں دیکھوں گا.... ظفر صبح نارمل ہو جائے گا بے فکر رہو.... اور اب سنو.... ڈان فاگان کی آخری چیخ....!"

وہ یقیناً کسی ایسے ہی فرد کی چیخ تھی جس نے انتہائی کرب کے عالم میں دم توڑا تھا۔

ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ عمران بے ساختہ اسی طرف دوڑ لگاتا جہاں ڈان فاگان کو چھوڑا تھا لیکن اُس سے اس قسم کی اضطراری حرکت سرزد نہ ہوئی۔

ڈنکٹر کو اس نے بہت دور اندھیرے میں کہیں پھینک دیا اور خود سینے کے بل زمین پر گر آہستہ آہستہ اس سمت رینگنے لگا جہاں ڈان فاگان کو ٹھہرا آیا تھا۔

اس کے ریوالور میں پورے راؤنڈ موجود تھے اور اب وہ اس کے داہنے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔ سناٹا.... گہرا سناٹا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روز ازل سے اب تک وہاں کوئی آواز نہ گونجی ہو۔ مطلوبہ جگہ تک پہنچنے میں پورے بیس منٹ صرف ہوئے تھے اور پھر وہاں جو کچھ بھی نظر آیا.... غیر متوقع نہیں تھا۔

ڈان فاگان کی لاش سامنے پڑی تھی دل کے مقام پر دستے تک ایک خنجر پیوست تھا۔



پچھلے دن کی شکست نے جیمسن کی کھوپڑی گھمادی تھی لہٰذا صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس نے خود کوایک ہیئر ڈریسر کے حوالے کر دیا۔

چہرہ جھاڑ جھنکاڑ سے پاک ہوا تو چاند سی صورت نکل آئی۔ سر کے بال بھی متوازن انداز میں تراشے گئے تھے۔

بہر حال حلیہ تبدیل کر کے ایک بار پھر اس نے الرشد کی راہ لی۔ اُسے علم نہیں تھا کہ ظفر پر کیا گذری۔ عمران سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا اس لڑکی کے بارے میں کیا علم ہو سکتا تھا جو پچھلے دن کسی بدروح کی طرح اس پر مسلط ہو گئی تھی۔

آج اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ مرشد کی اچھی طرح خبر لے گا۔ لیکن الرشد کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بہت بڑے ماتم کدے میں چلا آیا ہو۔ ہر طرف سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ لان پر بے شمار افراد زاروقطار رو رہے تھے۔ ان میں ایک جانی پہچانی صورت بھی نظر آئی.... یہ شکیلہ تھی۔

جیمسن گاڑی سے اُتر کر اُسی کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے.... کیا بات ہے....؟" اُس نے شکیلہ کو مخاطب کیا۔

شکیلہ اس کی آواز سن کر چونکی.... اُسے غور سے دیکھا اور پھر سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "ہائے مرشد....!"

"کک.... کیوں.... کیا ہوا مرشد کو....؟"

"پتھر کے ہوگئے....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"جاؤ.... خود دیکھ لو....!" وہ عمارت کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"اور مرید وغیرہ کہاں ہیں....؟"

"سب غائب ہوگئے.... ہائے مرشد.... اب شربت فردوس کون دے گا۔ میں تو خودکشی

کرلوں گی.... ہائے سب مر جائیں گی۔!"

جیمسن عمارت کے اس حصے کی طرف جھپٹا جہاں مرشد حلقہ کیا کرتا تھا اور پھر اس نے مرشد کے تخت پر اس کا بت دیکھا اسی مخصوص انداز نشست میں۔

قریب جاکر اُسے چھوا اور متحیر رہ گیا۔ رنگ و روغن کی بناء پر دور سے گوشت و پوست ہی کا معلوم ہوتا تھا.... لیکن حقیقتاً پتھر....!

"ہٹو.... بد بخت ہٹو....!" پشت سے آواز آئی اور جیمسن اچھل کر پیچھے ہٹ گیا.... کئی آدمی دروازے میں کھڑے اُسے گھور رہے تھے۔!

"کیا کر رہے ہو....؟" ایک نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"دیکھ رہا تھا....!"

"باہر نکل جاؤ بد نصیب.... تم جیسے بد عقیدہ لوگوں ہی کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا۔ ہم ایک بہت بڑی ہستی کے سائے سے محروم ہو گئے۔!"

جیمسن چپ چاپ باہر نکل آیا۔ اُسے سرزنش کرنے والوں میں ایک لڑکی بھی تھی۔ جو اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔

"کیا خیال ہے....؟" اس نے جیمسن سے پوچھا۔ "کیا وہ سچ مچ پتھر....!"

"سو فیصد.... سنگ تراشی کا ایک اعلیٰ نمونہ....!" جیمسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تمہیں ہاتھ لگانے کی جرأت کیونکر ہوئی۔!"

"کیوں اس میں جرأت کی بات ہے...." جیمسن اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ انہوں نے تمہیں اس پر کس طرح للکارا تھا۔!"

"پاگل ہو گئے ہیں سب.... وہ کوئی بہت بڑا شعبدہ گر تھا۔!"

"شکر ہے....؟ ایک آدمی تو ایسا ملا....!" لڑکی خوش ہو کر بولی۔ "آؤ کہیں الگ چل کر گفتگو کرتے ہیں۔!"

وہ اسے لان کے ایک دور افتادہ حصے میں لائی۔

"تو تم اسے فراڈ سمجھتے تھے....!" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں.... اول درجے کا فراڈ....!"

"لیکن یہاں کسی کے سامنے یہ بات نہ کہنا....!"

"کیوں....؟"

"کل شام اُس نے حلقے میں کہا تھا کہ کچھ لوگ اسے فراڈ سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے وہ جلد ہی سردار گڈھ کو اپنے فیوض سے محروم کر دے گا۔ لوگوں نے ایسے افراد کی نشاندہی چاہی تھی۔ لیکن مرشد نے ایسا نہیں کیا تھا۔!"

"تب تو خطرناک بات ہے.... مجھے اپنی زبان بند ہی رکھنی چاہئے۔ لیکن تم اس بھیڑ سے بالکل الگ معلوم ہوتی ہو۔!"

"ہاں.... اول درجے کا فراڈ تھا.... اس نے مجھے برباد کر دیا۔" لڑکی نے کہا اور اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔!

"اوہ.... مجھے افسوس ہے.... افسوس ہے....!" جیمسن بوکھلا گیا۔

"یہ سب برباد ہو چکی ہیں مگر مجبور ہیں۔!" لڑکی خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"مم.... مجبور کیوں ہیں....؟"

"اس ناپاک مشروب کی عادی ہو چکی ہیں جو یہاں شربت فردوس کہلاتا ہے۔!"

"یہ کیا بلا ہے....؟"

"یہ نہ پوچھو.... میں نہیں بتا سکتی.... سب کچھ جائے جہنم میں۔!" وہ گھاس پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے روتی رہی۔

جیمسن اسے وہیں چھوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمپاؤنڈ سے باہر تھا۔ کچھ دور چل کر ایک جگہ گاڑی روکی اور جیبی ٹرانس میٹر پر عمران سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہلو.... کون جیمسن....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "تم کہاں ہو....!"

"المرشد کے قریب....!"

"وہاں.... کیا کر رہے ہو....!"

"مرشد پتھر کا ہو گیا ہے....!" اس نے کہا اور اس سلسلے میں وہ سب کچھ دہرا دیا جو المرشد میں سن چکا تھا۔

"خوب....!" آواز آئی.... "اچھا تم وہیں ٹھہرو.... میں آرہا ہوں۔!"

"یہاں اُس پتھر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہز ہائی نس بھی نہیں دکھائی دیئے۔!"

"ظفر میرے پاس ہے.... فکر نہ کرو....!"

"تھینک گاڈ....!" جیمسن نے طویل سانس لی اور ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

پھر وہ ایک سگریٹ سلگا کر ترچھا ہوا اور آرام سے سیٹ پر پھیل گیا۔ گاڑی سڑک سے ہٹ
ی تھی۔ اس لئے آرام میں خلل اندازی کا خدشہ بھی نہیں تھا۔

پندرہ یا بیس منٹ بعد وہاں عمران کی گاڑی پہنچی تھی۔ ظفر الملک بھی اس کے ساتھ تھا۔

"ارے.... ارے....!" عمران جیمسن کو گھورتا ہوا بولا۔ "یہ تم ہو.... میں تصور بھی نہ
سکتا تھا کہ چھیلے جانے کے بعد اتنے خوبصورت نکلو گے۔!"

"کیا کرتا.... میں تو اس مردود سے نپٹنے آیا تھا۔!" جیمسن نے کہا اور دانت نکال دیئے۔

"ہوں.... خیر.... تو ان لوگوں نے تمہیں بد عقیدہ لوگوں میں سے سمجھا تھا۔!" عمران
ال کیا۔

"جی ہاں.... تم اور ظفر یہیں ٹھہرو.... میں دیکھتا ہوں۔!"

ظفر جیمسن والی گاڑی میں جا بیٹھا.... اور عمران اپنی گاڑی الرشد کی طرف بڑھا لے گیا۔

"کہیئے یور ہائی نس.... کوئی لڑکی ہاتھ لگی....!" جیمسن نے ظفر کو مخاطب کیا۔

"بکواس مت کرو.... میں اس چکر میں تھا کہ اس سے مرعوب نہ ہونے پاؤں۔!"

"اوہ تو اس وقت ہوش ہی میں تھے جب مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔!"

"یقیناً ہوش میں تھا۔!"

"تب تو بڑی زیادتی ہوئی میرے ساتھ۔ اگر امیر حمزہ نے عمرو عیار سے ایسے برتاؤ کیا
وہ بلاشبہ افراسیاب سے جا ملتا۔ خیر بہر حال آپ کی واپسی کیونکر ہوئی تھی۔"

"مجھے کچھ پتا نہیں.... شائد کافی میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔ پھر مجھ پر کیا گذر
میں نہیں جانتا.... آج صبح خود کو عمران صاحب کے قریب پایا تھا۔!"

"کہیں یہ عمران صاحب بھی تو کسی قسم کے مرشد و رشد نہیں ہیں۔!"

"فضول باتیں نہ کرو.... ہم سب ایک بڑی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ ڈان فاگان ما

عمران صاحب اپنی ذمہ داری پر حوالات سے نکلوا لائے تھے۔!"

"ارے تو کیا ہم سچ مچ اٹھائی گیرے ہی ہیں۔!" جیمسن نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"اور ہاں سنو..... وہ تینوں لڑکیاں بھی واپس پہنچ گئیں۔!"

"نہیں..... !" جیمسن اچھل پڑا۔

"آج صبح..... مرشد نے خود بھجوادیں۔!"

"تبھی صرف پتھر کا ہوا ہے۔ انہیں ایک دن اور روکے رکھتا تو شائد پانی ہو کر بہہ جاتا۔!"



عمران نے المرشد کی کمپاؤنڈ میں گاڑی روک دی اور اترتے اترتے دہاڑیں مار مار کر رونے لگا..... "ہائے..... میں یہ کیا سن رہا ہوں..... ہائے مرشد..... ہائے مرشد..... !"

وہاں تو سب ہی گریہ وزاری میں مبتلا تھے۔ کسی نے اس کی طرف دھیان تک نہ دیا۔

وہ برابر فریاد کئے جارہا تھا۔ "ہائے..... کوئی مجھے اس کی کرامت ہی کا دیدار کرادے..... ہائے مرشد..... ہائے مرشد..... !"

اس نے عمارت کے اس حصے کی طرف جانا چاہا جہاں مرشد کا بت موجود تھا لیکن کئی لوگ راہ میں حائل ہوگئے۔

"وہاں کوئی نہیں جاسکتا..... !" کسی نے کہا۔

"ہائے..... کیوں..... بھائی..... !"

"بدعقیدہ لوگ بے حرمتی کرتے ہیں۔!"

"لیکن میں تو بدعقیدہ نہیں..... مجھے دیدار کر لینے دو..... چار دن ہوئے میرا اونٹ کھو گیا مادہ مرشد کی کرامت سے خود ہی واپس آگیا۔!"

"کچھ بھی ہو..... تم اندر نہیں جاسکتے۔!"

"اچھا بھائی..... میں یہیں رو رو کر اپنی جان دے دوں گا۔!" عمران آلتھی پالتھی مار کر لان پر بیٹھ گیا اور رہ رہ کر خاموشی سے اپنے سر پر دوہتھڑ مارتا رہا۔

پھر اس کے گرد اچھی خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی اور کسی نے کہا۔ "میاں.... انہیں زیارت کر لینے دو.... حالت تباہ ہے ان کی۔!"

"ٹھہرو....!" دفعتاً وہ جھک کر عمران کا گریبان پکڑتا ہوا بولا۔ "مرشد نے خصوصیت اسی بد عقیدہ کی نشان دہی کی تھی مجھے اس کی تصویر دی تھی۔!"

بس پھر کیا تھا۔ وہ بھیڑ عمران پر ٹوٹ پڑی۔ اگر وہ اس اجنبی کے آتے ہی ہوشیار نہ ہو تا تو اپنی ٹوٹ پھوٹ کی مثال ہی تلاش کرتا رہ جاتا۔

وہ ان کے نرغے سے نکل گیا لیکن چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ "گھیرو.... جانے نہ پائے....!"

وحشیانہ انداز میں وہ لوگوں سے ٹکرا رہا تھا۔ انہیں ڈاج دے رہا تھا۔ لیکن پھاٹک سے نکل دشوار ہی دکھائی دیتا تھا۔ آخر وہ عمارت کی طرف بھاگا ایک دروازے سے اندر داخل ہوا اور جھپاک سے بند کرتے ہوئے بولٹ کر دیا۔ پھر راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

اب ان لوگوں کی آوازیں عمارت کے اندر سے بھی آنے لگی تھیں۔ عمران کسی عقبی ر کی تلاش میں تھا۔ اچانک ایک لڑکی دکھائی دی جو اس کے پیچھے دوڑی آرہی تھی۔

"ٹھہر جاؤ.... ٹھہر جاؤ.... ورنہ مارے جاؤ گے....!"

عمران رک گیا.... اس راہداری میں ابھی تک اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچا تھا

"میرے ساتھ آؤ....!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مخالف سمت میں دوڑتی ہوئی بولی اور چند ہی لمحوں کے بعد تیزی سے زینے طے کرتے ہوئے اوپری منزل کی طرف جا رہے تھے۔ نے زینوں کا دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو....؟" عمران نے اپنے چہرے پر حماقت طاری کر کے سوال

"تمہیں ان مہذب وحشیوں کے ہتھے نہیں چڑھنے دوں گی.... تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔

"آخر کیوں.... میں نے کیا کیا ہے....!"

"وہ تمہیں بد عقیدہ سمجھتے ہیں.... حالانکہ میں نے تمہیں بھی روتے دیکھا تھا۔!"

"اور کیا.... ہائے مرشد....!"

"اول درجے کے گدھے معلوم ہوتے ہو....!" وہ بھنا کر بولی۔ "آخر کس بناء پر"

نہیں بد عقیدہ سمجھے ہیں۔!"

"پتا نہیں.... میں تو مرشد کی شکل دیکھ کر جیتا تھا۔!"

"لیکن میں نے تمہیں حلقے میں تو کبھی نہیں دیکھا۔!"

"میں مرشد کے خواب میں آیا کرتا تھا۔!"

"صورت سے ایسے ہی معلوم ہوتے ہو....!" وہ ہنس پڑی۔

"بتاؤ نا.... کہاں لے جا رہی ہو....؟"

"آسمان پر........!" لڑکی نے کہا۔ وہ پہلی منزل پر پہنچ کر رک گئی۔

"کیا وہ اوپر نہ آ جائیں گے....؟" عمران نے پوچھا۔

"کوئی جرأت بھی نہ کر سکے گا.... مرشد کے علاوہ اوپر اور کوئی نہیں آتا۔!"

"پھر تم کیسے آ گئیں....؟"

"وہ مجھے اوپر ہی لا کر خدا تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔!"

"ارے باپ رے.... کیا مطلب....!"

"خاموش رہو.... چلو.... اُدھر بیٹھ جاؤ....!" لڑکی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم تو مجھے خوف زدہ کیے دے رہی ہو۔!" عمران نے کہا اور مسمسی صورت بنائے ہوئے بیٹھ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا....؟"

"عبدالمنان....!"

"کیا کرتے ہو....؟"

"پولٹری فارمنگ.... یہاں گھومنے پھرنے آیا تھا کہ.... بس کیا بتاؤں۔!"

"میرا نام نسرین ہے.... کچھ دنوں پہلے ایک بے حد شریف لڑکی تھی۔!"

"اب کیا کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں گھبرا کر پوچھا۔

"تم اول درجے کے احمق معلوم ہوتے ہو.... تم سے کیا بات کی جائے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اب میں گھر کیسے واپس جاؤں گا....!"

"گھر جا کر کیا کرو گے.... میں یہیں تھپک تھپک کر سلا دوں گی۔!"

"کیسا لگے گا....!" عمران نے شرما کر کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو.... ورنہ تھپڑوں پر رکھ لوں گی....!" وہ دانت پیس کر بولی۔

عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

ٹھیک اسی وقت بائیں جانب والے دروازے سے تین آدمی نمودار ہوئے۔ایک کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ہوا بڑا سا پستول تھا۔

لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی.... عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔

"کک.... کیوں....؟" لڑکی ہکلائی۔

مسلح آدمی نے عمران کی طرف اشارہ کرکے اپنے ساتھیوں سے کہا۔"اسے گرا کر باندھ لو۔!"

"آخر کیوں.... ایک سیدھے سادھے آدمی کے پیچھے پڑے ہو!" لڑکی روہانسی ہو کر بولی۔

"تم خاموش رہو....!"

"میں پوچھ رہی ہوں تمہیں اُوپر آنے کی جرأت کیسے ہوئی.... یہاں میرے اور مرشد کے علاوہ اور کوئی نہیں آتا۔!"

"بکواس بند کرو....!"

لڑکی عمران کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔

"ہٹ جاؤ.... سامنے سے....!" مسلح آدمی غرایا۔

"ہرگز نہ ہٹنا....!" عمران کراہا۔

پھر دونوں آدمی لڑکی کو ہٹا دینے کے لئے آگے بڑھے ہی تھے کہ عمران نے ایک زوردار چیخ ماری۔"ارے آگئے۔!"

اس کے بعد مسلح آدمی کی تو شامت ہی آگئی تھی۔اس نے مڑ کر دوسری طرف دیکھا ہی تھا کہ اچھل کر دور جا پڑا.... اُدھر اس کے پیٹ پر عمران کی لات پڑی تھی اور ادھر پستول خود اس کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

"پیچھے ہٹو....!" اس نے اس کے دونوں ساتھیوں کو للکارا۔"دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔!"

انہوں نے اضطراری طور پر تعمیل کی تھی۔ تیسرا آدمی دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبائے فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمہیں پستول چلانا آتا ہے....!" عمران نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں....!" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"ارے باپ رے.... مجھے بھی نہیں آتا۔!"

"بالکل گھامڑ ہو....!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "ان کے سامنے کیوں کہہ رہے ہو۔!"

"بھائی جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ....!"

"پکڑو مردود کو...." تیسرا آدمی پیٹ دبائے ہوئے چیخا۔

"اے.... مردود.... وردود نہ کہنا.... ہاں....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "گالیاں نہیں برداشت کر سکتا۔!"

"پکڑو.... یہ فائر نہیں کر سکے گا....!" تیسرا آدمی دہاڑا۔

پھر جیسے ہی وہ دونوں ہاتھ گرا کر عمران کی طرف جھپٹے اس نے جھکائی دے کر ایک کی کنپٹی پر وزنی پستول کا دستہ رسید کر دیا۔ دوسرے کے منہ پر بائیں ہتھیلی پوری قوت سے پڑی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا تیسرے آدمی پر جا پڑا۔ اس نے کراہ کر اسے ایک گندی سی گالی دی تھی۔

جس کی کنپٹی پر پستول کا دستہ پڑا تھا وہ تو پھر اٹھ ہی نہ سکا۔ دوسرا آدمی سنبھل ہی رہا تھا کہ عمران نے ان دونوں پر چھلانگ لگائی۔ پستول کی نال اب بھی اس کی مٹھی میں جکڑی ہوئی تھی۔ ایک کی کھوپڑی پر پھر اس کا دستہ کام کر گیا۔ اب تیسرا پوری طرح عمران کی گرفت میں تھا۔ اس نے پستول لڑکی کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "اسے سنبھالو۔!"

لڑکی بُری طرح بوکھلائی ہوئی تھی۔ پستول کو ہاتھوں پر روکنے کی کوشش میں خود بھی منہ کے بل فرش پر چلی آئی۔

عمران تیسرے آدمی کو گھسیٹ کر اٹھاتا ہوا بولا "اب بتاؤ.... وہ کہاں ہے....؟"

"کک.... کون....؟"

"تمہارا باس....!"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"گردن کی ہڈی اس طرح توڑ دوں گا کہ تم آواز بھی نہ سن سکو گے۔!"

اس نے اپنے دونوں بیہوش ساتھیوں کی طرف دیکھا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔

"وہ آدھے گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہ آسکیں گے۔!" عمران احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "میری بات کا جواب دو۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا.... مجھے بیٹھ جانے دو.... کھڑا نہیں رہ سکتا۔!"

عمران نے اس کا گریبان چھوڑ دیا اور وہ دھم سے فرش پر بیٹھ گیا۔ پیٹ اب بھی دونوں ہاتھوں سے دبا رکھا تھا۔

"آرام سے بیٹھو....!" دفعتاً عمران نے بے حد نرم لہجے میں کہا اور بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے دیوار سے ٹکاتا ہوا بولا۔ "پٹائی ضرور کر دیتا ہوں لیکن بعد میں ترس بھی آتا ہے چیونگم دوں!"

اس نے سر کو منفی جنبش دی اور آنکھیں بند کر لیں۔!

لڑکی اس کے پیچھے کھڑی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائے جا رہی تھی۔

عمران نے مڑ کر اس کی طرف چیونگم کا پیکٹ بڑھا دیا۔

"تت.... تم.... نکل چلنے کی فکر کیوں نہیں کرتے۔!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"چیونگم....!"

اس نے عمران کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"ارے.... ارے.... تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔!" عمران نے اس کے ہاتھ سے پستول لیتے ہوئے کہا۔ "لاؤ.... کہیں خود بخود نہ چل جائے۔!"

لڑکی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے کبھی وہ ان تینوں کی طرف دیکھتی اور کبھی عمران کو گھورنے لگتی۔!

آہستہ آہستہ تیسرے آدمی پر بھی غشی طاری ہوتی جا رہی تھی۔

"ارے.... ارے.... تو وہ بھی گیا....!" عمران اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

"آخر.... تم کرنا کیا چاہتے ہو.... یہ لوگ کیوں تمہارے دشمن ہو گئے ہیں۔!"

"کیا تم انہیں پہلے بھی یہاں دیکھ چکی ہو....؟"

"نہیں.... یہ چہرے میرے لئے بالکل نئے ہیں۔!"

عمران نے اس دروازے کی طرف دیکھا جس سے وہ تینوں اس کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"آؤ...." وہ لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "دیکھیں کہ آخر یہ کہاں سے نازل

ہوئے تھے۔!"

دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا اور اسے بولٹ کرتا ہوا لڑکی سے بولا۔

"پھر کہہ رہا ہوں کہ چیونگم کا ایک پیس ٹرائی کرو.... دل کو خاصی ڈھارس ہو جائے گی۔!"

"کیسی ڈھارس....؟"

"مجھے ڈھارس کے معنی ہی نہیں معلوم بس زبان سے نکل گیا تھا.... معاف کردو.... بھلا یہ بھی کوئی لفظ ہوا.... ڈھارس.... اُونہہ....!"

"تم آخر ہو کیا چیز....!"

"تمہی پتا لگاؤ.... مجھے تو نہیں معلوم....!" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کمرے میں فرنیچر نہیں تھا۔ لیکن فرش پر اعلیٰ درجے کا قالین بچھا ہوا تھا سامنے بھی ایک دروازہ نظر آیا۔ عمران آگے بڑھ کر اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن شائد وہ مقفل تھا۔

"خوب....!" وہ سر ہلا کر پر تفکر لہجے میں بولا۔ "تو یہ اسی کمرے میں تھے۔ لیکن ٹھہرو.... ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے پاس دروازے کی کنجی موجود ہو۔ میں دیکھتا ہوں۔!"

وہ پھر اس کمرے میں واپس آیا جہاں وہ تینوں بیہوش پڑے تھے۔ ان کی جامہ تلاشی لے ڈالی کسی کے پاس سے بھی کنجی برآمد نہ کر سکا۔ مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا قالین والے کمرے میں داخل ہوا۔ لڑکی دیوار سے لگی کھڑی بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کیوں.... کیا ہوا.... کیا بات ہے....؟" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ابھی میں نے عجیب سی آواز سنی تھی اور فرش ہلنے لگا تھا۔!" اس نے خوف زدہ سی آواز میں کہا۔

"اوہ.... ادھر آؤ....!" وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ پہلے کمرے میں کھینچ لایا۔ پھر خود دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

فرش قالین سمیت آہستہ آہستہ نیچے جا رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے....؟" وہ عمران کو جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"تم ہی بتاؤ.... میں تو پہلی بار اس عمارت میں داخل ہوا ہوں۔!" عمران نے کہا اور وہی سائیلنسر لگا ہوا پستول نکال لیا جو کچھ دیر پہلے حملہ آوروں سے چھینا تھا۔

لڑکی آگے بڑھ کر اسی کے قریب آکھڑی ہوئی تھی اور حیرت سے نیچے جاتے ہوئے فرش کو دیکھے جا رہی تھی۔

پھر جو کچھ ہوا تھا اچانک ہی ہوا تھا۔ عمران کسی طرح بھی اس کا تدارک نہ کر سکا۔

سامنے والی دیوار کے ایک سوراخ سے دھوئیں کا ایک کثیف مرغولہ اُمنڈ کر ان کے چہروں پر آیا تھا اور وہ دوہرے ہو کر اسی فرش پر جا گرے تھے جو اب تیز رفتاری سے نیچے جا رہا تھا۔



الرشد میں عمران کے سلسلے میں جو ہنگامہ برپا ہوا تھا اس کی خبر ان دونوں تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔۔۔!" ظفر بڑبڑایا۔ "ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔!"

"سنئے یور ہائی نس۔۔۔۔!" جیمسن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کچھ دیر پہلے وہاں میرے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں ہوا تھا اور آپ بھی مرشد کے آدمیوں کے لئے جانے پہچانے ہیں۔!"

"کچھ بھی ہو۔۔۔۔!"

"میں بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا یور ہائی نس۔۔۔۔!"

یہ دونوں ابھی تک وہیں موجود تھے جہاں عمران انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ عمران سے متعلق اطلاع اس طرح ملی تھی کہ الرشد سے واپس آنے والوں میں سے ایک ان کے قریب رُک گیا تھا اور سگریٹ سلگانے کے لئے ان سے دیا سلائی مانگی تھی لوگ اب بھی اُدھر سے گذر رہے تھے۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے ہٹ ہی جانا چاہئے۔!" جیمسن بولا۔

ظفر جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک اسٹیشن ویگن قریب سے گذری اور تھوڑی دور جا کر رک گئی۔ اس پر سے پانچ لڑکیاں چھلانگیں مارتی ہوئی اتری تھیں اور ان کی طرف دوڑتی چلی آئی تھیں۔

"یہ مردود بھی انہی میں سے ہے۔!" ایک لڑکی ظفر کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخی۔

دونوں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ شکیلہ تھی۔

انہوں نے اپنی جیپ سڑک سے اتار کر ناہموار زمین پر روکی تھی۔ لہٰذا فوری طور پر بھاگ نکلنے کا امکان بھی نہیں رہا تھا۔ جتنی دیر میں خود کو سنبھالتے لڑکیاں ان پر ٹوٹ پڑیں۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ سنئے تو سہی۔۔۔۔!" ظفر بوکھلا کر بولا۔

"یہ سننے کے لئے نہیں پیدا ہوئیں یورہائی نس.... بھاگئے....!" جیمسن چھلانگ مار کر جیپ سے کودتا ہوا بولا۔

ظفر جیپ ہی میں رہ گیا تھا۔ پھر کسی نہ کسی طرح وہ بھی نیچے کودنے میں کامیاب ہو گیا۔

اب وہ دونوں نشیب میں دوڑے جا رہے تھے اور لڑکیاں اُن پر پتھراؤ کر رہی تھیں۔

چار تو جہاں تھیں وہیں سے پتھر چن چن کر ان پر پھینک رہی تھیں۔ لیکن شکیلہ نے بہت زیادہ جوش میں آکر تعاقب کی ٹھان لی تھی۔

پتھروں کی رینج سے نکل کر وہ رک گئے.... لیکن پتھر اب بھی برسائے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ چاروں پاگل ہو گئی ہوں۔

"اوہو.... ایک تو دوڑی آ رہی ہے۔!" جیمسن اچھل کر پھر بھاگا۔ لیکن ظفر جہاں رکا تھا وہیں کھڑا رہا۔

شکیلہ قریب پہنچ کر پھر جھپٹ پڑی۔ ظفر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے۔ اور وہ اچھل اچھل کر اس کے منہ پر ٹکریں مارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جیمسن کچھ دور جا کر رکا اور چیخنے لگا۔ "بھاگئے چھڑا کر.... وہ بھی چلی آ رہی ہیں۔!"

ظفر نے چونک کر اُدھر دیکھا تو سچ مچ انہیں بھی اُدھر ہی دوڑ لگاتے پایا۔ شکیلہ کو پرے جھٹک کر وہ بھاگا۔

اس کے بعد تو بس وہ منہ اٹھائے دوڑتے ہی چلے گئے تھے۔ چاروں لڑکیاں پھر رک کر پتھر چننے لگی تھیں۔ لیکن شکیلہ تھی کہ دیوانہ وار ان کے پیچھے دوڑی ہی آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دوسری دنیا تک تعاقب کا ارادہ رکھتی ہو۔

"ڈوج دینے کی کوشش کیجئے۔!" جیمسن نے ظفر کو مخاطب کیا۔

"تم میری مٹی بھی پلید کرا دیتے ہو۔!" ظفر بولا۔ "آخر بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"پانچ عدد پاگل لڑکیاں.... خدا کی پناہ.... میرے لئے تو ایک ہوش مند بھی موت کا باعث بن سکتی ہے۔!"

"اچھا بس... ٹھہر جاؤ.. وہ بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ آؤ اس درے میں گھس چلو....!"

یہ جگہ دشوار گذار تھی لہٰذا تیز رفتاری کو برقرار رکھنا آسان نہیں تھا۔ سامنے والی دراڑ میں

داخل ہونے سے قبل ظفر نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ شکیلہ نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ البتہ وہ چاروں نہ دکھائی دیں۔

ظفر رک گیا اور جیمسن کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی روکنے کی کوشش کی۔ "ٹھہر جاؤ! شیرنی نہیں ہے۔!"

"آپ کے ساتھ دیکھ کر مجھے بھی پہچان لے گی۔!"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو....!"

جیمسن بُرا سامنہ بنائے ہوئے رک گیا۔ دونوں شدت سے ہانپ رہے تھے۔

آن کی آن میں شکیلہ بھی وہیں آ پہنچی۔ لیکن احمقوں کی طرح انہیں گھورتی اور ہانپتی رہی۔ پھر اس طرح لڑکھڑائی جیسے بیہوش ہو کر گرنے والی ہو۔

ظفر نے ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا اور جیمسن دوسری طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شکیلہ کے ساتھ ظفر کا رویہ بہت گراں گذرا ہو۔

ظفر نے شکیلہ کو سہارا دے کر بٹھا دیا اور آہستہ سے بولا۔ "آدمی بنو.... بتاؤ.... اس رویے کی کیا وجہ ہے۔ میں مرشد کا دشمن نہیں ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ ٹھیک اس وقت جیمسن کی نظر بائیں جانب والی چٹان پر پڑی اور اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ تین رائفلوں کی نالیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور ایک آدمی چٹان سے نیچے اتر رہا تھا۔

اس نے ظفر کو بھی اس جانب متوجہ کیا۔ شکیلہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ آدمی مرشد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

قریب پہنچ کر وہ سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "چپ چاپ اس درے میں داخل ہو جاؤ۔!"

"یقیناً.... یقیناً.... یور ہائی نس....!" جیمسن نے بڑے ادب سے کہا۔ ظفر نے اُسے غصیلی نظروں سے دیکھا تھا لیکن وہ اس کی پرواہ کئے بغیر درے میں داخل ہو گیا۔ مرشد نے شکیلہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مرشد کا سایہ ہمیشہ تم پر رہے گا۔ تم شربت فردوس سے محروم نہیں ہو سکتیں۔!"

"مجھے سب کچھ مل گیا.... اب میں زندہ رہوں گی....!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

درے کی طوالت کم از کم پچاس فٹ ضرور رہی ہو گی۔ دوسری طرف پہنچ کر انہوں نے خود کو ایک بہت ہی دشوار گذار راستے پر پایا۔ یہاں مزید چار مسلح آدمی دکھائی دیئے جن کے ریوالور اُن کی طرف اٹھ گئے تھے۔



پھر حرکت کرتا ہوا فرش تھم گیا۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبا رکھی تھیں ان میں ایسی شدید جلن تھی جیسے کسی نے مرچوں کا سفوف جھونک دیا ہو۔

نسرین تو کراہ رہی تھی۔ پھر اسی حالت میں کسی نے عمران کو جکڑ لیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی بناء پر تکلیف میں دس گناہ اضافہ ہو گیا ہو۔ لہٰذا پھر آنکھیں بند کر لینی پڑی تھیں۔ شائد دو آدمی اسے گھسیٹتے ہوئے کسی طرف لئے جا رہے تھے وہ نسرین کی کراہیں بھی سن رہا تھا۔

شائد پندرہ منٹ تک اُسے چلنا پڑا تھا۔ پھر بغلوں میں ہاتھ دے کر اُسے کسی اونچی جگہ پر چڑھایا گیا تھا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے.... بھائیو....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

لیکن جواب ملنے کے بجائے کسی وزنی دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی.... آنکھوں کی جلن بدستور قائم تھی۔

"ارے.... یار بولتے کیوں نہیں....!" اُس نے پھر ہانک لگائی۔

"میری آنکھیں پھوٹی جا رہی ہیں۔!" نسرین کی آواز آئی۔

"نہیں پھوٹیں گی....!" عمران نے بڑے وثوق سے کہا۔

"پتا نہیں.... کس مصیبت میں گرفتار ہو گئی۔ کاش تمہاری مدد کرنے کی کوشش نہ کرتی۔!"

"اب تو کر چکیں مدد.... کیا ہو سکتا ہے۔!" عمران مایوسانہ لہجے میں بولا۔

دفعتاً پیروں تلے گڑگڑاہٹ سی محسوس ہوئی اور عمران لڑکھڑا کر گر پڑا.... پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو.... نسرین بھی شائد گر کر ہی چیخی تھی۔

کچھ دیر بعد اس گڑگڑاہٹ کی حقیقت عمران پر واضح ہو سکی۔ وہ یقیناً کسی ریلوے ٹرین کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ تھی اور زلزلہ نہیں تھا بلکہ ٹرین حرکت میں آئی تھی۔

"تت.... تم.... کہاں ہو....؟" اُس نے نسرین کی آواز سنی۔

"یہیں.... تمہارے.... پاس....!"

"اور وہ لوگ....؟"

"پتا نہیں.. ویسے میرا خیال ہے کہ وہ ہمیں بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہوئے پکڑوانا چاہتے تھے۔!"

"کیا تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔!"

"دل کی آنکھیں روشن ہیں.... فکر نہ کرو۔!"

"شائد تم سچ مچ صحیح الدماغ نہیں ہو!" وہ جھلا کر چیخی۔ "میں اب بھی آنکھیں نہیں کھول سکتی۔!

"اچھا ہی ہے.... اگر اُن مردودوں نے تھرڈ کلاس میں بٹھایا ہے تو آنکھیں کھلنے پر میں اپنی سخت توہین محسوس کروں گا اور شائد تمہارا بھی یہی حال ہو۔!"

"خاموش رہو.... تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ ٹرین سرنگ میں چل رہی ہے۔!"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو....!"

"آواز کی بناء پر.... ابھی تک پل بھر کے لئے فضا میں نہیں آئی اور سردار گڈھ کی ریلوے لائن ایسی کسی بھی سرنگ سے نہیں گذرتی۔ چھوٹی چھوٹی سرنگیں ہیں۔!"

"کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"شائد ہم لندن کے کسی ٹیوب سے گذر رہے ہیں۔!"

"میں کہتی ہوں خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔!"

"بیوقوف آدمی گونگے تو نہیں ہوتے۔!"

"تم خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔!"

"اچھی بات ہے.... تم کچھ دیر پہلے میری مدد کر چکی ہو اس لئے خاموش ہوا جاتا ہوں۔!"

"تم مرشد کے بارے میں کیا جانتے ہو....؟"

"کچھ بھی نہیں....! ادھر سے گذر رہا تھا لوگوں کو روتے دیکھا تو خود بھی رونے لگا۔! ایسی ہی عادت ہے میری....! اسی لئے دیسی فلمیں نہیں دیکھتا.... ادھر ولن ہیروئن کو اٹھا کر گیا اور ادھر ولن کی ماں للکارتی ہوئی پہنچی۔ ٹھہر اوئے کھوتے دے پتر میں کیا جانتی تھی کہ اک

سانپ کو دودھ پلا پلا کر پال رہی ہوں۔ اور پھر نکال دونالی بندوق اور دیا ٹھائیں سے ۔ادھر میں دہاڑیں مار مار کر سینماہال میں رونا شروع کر دیتا ہوں۔!"

"تم جھوٹے ہو.....!"

"اچھا کبھی چلنا میرے ساتھ۔!"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو.....!"

"خود ہی بولتی ہو پھر بکواس بند کرادیتی ہو۔!"

"میں مرشد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتی ہوں۔!"

"مم.... مگر وہ تو پتھر کا ہو گیا ہے۔!"

"بکواس ہے.... اسی طرح شعبدے دکھاتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابلیس آدمی کے روپ میں آجائے تو مرشد ہی ہو گا۔!"

"ابلیس بڑی سے بڑی حماقت کر سکتا ہے لیکن آدمی کا روپ کبھی نہیں دھار سکتا۔!"

"اُوہ.... میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ لیکن کچھ دیکھ نہیں سکتی۔ خدایا کیا بینائی جاتی رہی۔!"

"میں کہہ رہا ہوں کہ گاڑی کسی طویل سرنگ میں چل رہی ہے۔ ہم گہرے اندھیرے میں ہیں۔ آنکھیں بخیریت ہیں۔!"

عمران بھی اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خارجہ کے سیکریٹری کو سردار گڈھ میں سنگ کی موجودگی سے مطلع کر دیا تھا اور اپنی پوری ٹیم وہاں طلب کر لی تھی۔ بلیک زیرو کو حالات سے بالتفصیل آگاہ کرتے ہوئے کچھ خاص ہدایات بھی دی تھیں۔ ڈان فاگان کے قتل نے اسے دشواری میں ڈال دیا تھا۔ کیونکہ سردار گڈھ کے حکام اصل حالات سے آگاہ نہیں تھے۔ ایس پی اپنی ذمہ داری پر عمران کے لئے سہولتیں فراہم کرتا رہا تھا اس لئے اس کے اس طرح غائب ہو جانے پر خود اس کی پوزیشن خراب ہو سکتی تھی۔

بہر حال دشواریاں ہی دشواریاں تھیں اور سب سے بڑی دشواری یہ لڑکی نسرین.... جس کی زبان کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ اب اس نے شربت فردوس کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔

"یہ ایک ایسا نشہ آور مشروب ہے جس کی وجہ سے بے شمار لڑکیاں اس کی غلام ہو کر رہ گئی تھیں!"

"مردوں کو نہیں پلاتا....؟"

"مردوں کو کیوں پلائے گا....!"

"حالانکہ مردوں کو غلام بنانے میں زیادہ فائدہ ہے۔ خیر تو تم بھی شربت فردوس کے لئے!"

"ہرگز نہیں.... میں نے صرف ایک بار پیا تھا اور اپنا سب کچھ کھو دیا تھا۔ ایک احسان کے عوض اس نے میرا سب کچھ چھین لیا۔ اس کے بعد سے صرف اس لئے اس کے قریب رہی تھی کہ کبھی تو مجھے اس کو قتل کر دینے کا موقع مل ہی جائے گا۔!"

عمران کچھ نہیں بولا۔ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی اور اب آنکھوں کی جلن بھی قطعی طور پر زائل ہو گئی تھی۔ لیکن گہرے اندھیرے کی وجہ سے وہ نسرین کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ گاڑی رکنے والی ہے۔!" نسرین بولی۔ "تم کیا سوچ رہے ہو....؟"

"یہی کہ شربت فردوس پئے بغیر ہی مارا گیا۔!"

"سچ بتاؤ تم کون ہو.... تم نے کس بُری طرح ان تینوں کو مارا تھا۔ بظاہر اول درجے کے احمق معلوم ہوتے ہو۔!"

"حماقت ہی میں تو سب کچھ کر بیٹھتا ہوں۔ اب وہ لوگ میری چٹنی بنا کر رکھ دیں گے۔!"

"کیا یہ مرشد کوئی بڑا بدمعاش ہے۔!"

"مجھ سے پوچھ رہی ہو....؟"

"مطلب یہ کہ وہ حملہ آور اسی کے آدمی تھے۔!"

"پتا نہیں.... اب یہ گاڑی کسی طرح رکے تو معلوم ہو کہ کیا چکر ہے۔!"

گاڑی کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی اور آخر کار وہ رک گئی تھی۔ لیکن اندھیرے میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ وہ اب بھی نسرین کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اب وہ دونوں بالکل خاموش تھے۔ اچانک عمران نے کسی کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔

"کیا آپ جاگ رہے ہیں....؟"

"یہ کون ہے.... یہ کون بولا تھا....؟" نسرین بے ساختہ بولی۔

"کون ہو بھائی.... اپنا نام بتاؤ....!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"ارے کون.... اُوہ یور میجسٹی....!"

"جیمسن....!" عمران نے طویل سانس لی۔

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں....؟"

"اندھیرے سے.... جہاں ہو.... وہیں پڑے رہنا.... ظفر کہاں ہے....؟"

"میں نہیں جانتا.... آپ کے چچا نے ہم دونوں کو گھیرا تھا پھر ہمارے سروں پر ضربیں لگائی گئیں اپنی بیہوشی تو یاد ہے پتا نہیں ہز ہائی نس پر کیا گذری۔!"

"میں بہت دیر سے سب کچھ سن رہا ہوں....!" یہ ظفر کی آواز تھی۔

"تھینک گاڈ....!" جیمسن کی آواز آئی۔

"یہ لوگ کون ہیں عبدالمنان....؟" نسرین نے پوچھا۔

"وبالِ جان.... قبر تک میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔!"

"کسی نے تمہیں یور میجسٹی کہا تھا۔!"

"اسی طرح مکھن لگا کر میری دولت کا صفایا کر رہے ہیں۔!"

"ان خاتون کی تعریف یور میجسٹی....!" جیمسن کی آواز آئی۔

"کس کس خاتون کی تعریف کروں.... ہر ایک اپنی جگہ پر لاجواب ہے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

دفعتاً ایسی آواز آئی جیسے کوئی آہنی دروازہ کھولا گیا ہو۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں عمران کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ ساتھ ہی کسی نے گرج کر کہا۔ "کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت موت کے منہ میں لے جائے گی۔ لہٰذا جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے۔!"

"بہت دیر سے ٹھہرے ہوئے ہیں بھائی صاحب....!" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دو....!" پھر وہی آواز آئی۔

وہ کئی آدمی تھے اور مسلح معلوم ہوتے تھے۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی میں ٹامی گنوں کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔ ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئیں اور آنے والوں نے انہیں سہارا دے کر نیچے اتارا۔ اس کے بعد ایک تکلیف دہ سفر شروع ہوا تھا۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور وہ چند نامعلوم آدمیوں کے سہارے گرتے پڑتے چلے جا رہے تھے۔!



وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کے براہِ راست احکامات کی بناء پر المرشد سے معتقدین کی بھیڑ

ہٹا دی گئی تھی۔ یہ اسی شام کو ہوا جس دن عمران الرشد میں داخل ہوا تھا۔ عمارت کے گرد
مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔

عمران کے چار ماتحت صفدر، چوہان، خاور اور صدیقی بھی فوجی افسروں کی وردیوں میں وہاں
موجود تھے۔! انہوں نے پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالی۔ لیکن وہاں انہیں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی
جو قانونی نکتہ نظر سے قابلِ اعتراض ہوتی۔

مرشد کا بت بدستور موجود تھا۔

"آخر........ یہ مرشد ہے کیا بلا؟" چوہان اس کے بت کو گھورتا ہوا بڑبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت بت سے آواز آئی۔ "اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس عمارت سے ا...
فرلانگ دور چلے جاؤ.... صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔!"

"تم کون ہو.... سامنے آؤ....!" صفدر نے اونچی آواز میں کہا۔

"مرشد.... ادب سے جھک جاؤ۔!"

"ہمیں روحانیات سے کوئی دلچسپی نہیں۔!" صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔ "سامنے آ
آدمیوں کی طرح بات کرو....!"

"اگر تم اس عمارت کے ملبے میں دب کر مرنا ہی چاہتے ہو تو شوق سے ٹھہرو....!" بت
آواز آئی۔ "دس منٹ بعد خوف ناک قسم کے دھماکے اسے پیوند زمین کر دیں گے۔!"

صفدر نے بوکھلا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"نکل چلو...." خاور آہستہ سے بولا۔ "ہو سکتا ہے دھمکی صحیح ثابت ہو۔!"

پھر وہ بہت تیزی سے باہر نکلے تھے اور عمارت کی نگرانی پر متعین فوجیوں کو بھی وہاں سے
لے گئے تھے۔ جیپوں پر بیٹھ کر پانچ منٹ کے اندر وہ کئی فرلانگ دور نکل گئے۔

ٹھیک دسویں منٹ پر سچ مچ پورا سردار گڈھ متعدد دھماکوں سے لرز کر رہ گیا تھا۔ الرشد
بعض حصے اس طرح منہدم ہوئے تھے جیسے کسی اندیکھی چکی میں پس کر ریزہ ریزہ ہو گئے ہو
رات گئے تک گہرا غبار سردار گڈھ کی فضا پر منڈلاتا رہا۔ صفدر اور اس کے ساتھیوں کو
عمران ظفر اور جیمسن کی تلاش تھی۔

رات کے بارہ بجے تھے اور وہ سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے تھے۔ دفعتاً صفدر کو

انسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

"اٹ از صفدر....!" صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے ایکس ٹو کی آواز سنی۔ بلیک زیرو
بس ٹو کی آواز میں کہیں سے مخاطب کر رہا تھا۔

"تم نے عمارت کے منہدم ہو جانے والے حصے کا جائزہ لیا یا نہیں....؟"

"جی ہاں.... ہم دیکھ چکے ہیں.... میرا خیال ہے کہ صرف وہی حصے تباہ ہوئے ہیں جہاں
یہ خانے رہے ہوں گے۔ ورنہ پوری عمارت تباہ کی جا سکتی تھی۔"

"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ ان کی تلاش جاری رکھو.... ویسے مجھے ملنے والی
اطلاع کے مطابق ایک بیوقوف سے آدمی کا جھگڑا مرشد کے معتقدین سے ہوا تھا اور اسمارٹ قسم
کے نوجوانوں پر کچھ لڑکیوں نے پتھراؤ کیا تھا اور وہ اپنی گاڑی سڑک پر چھوڑ کر المرشد کے قریبی
غیر آباد حصے میں بھاگ گئے تھے پھر وہاں سے ان کی واپسی کا سراغ نہیں ملتا۔!"

"تو پھر ہمیں اس طرف ضرور جانا چاہئے۔!"

"اس وقت نہیں.... فی الحال صرف شہری آبادی تک محدود رہو.... اوور اینڈ آل....!"

صفدر ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کرنے ہی والا تھا کہ دوسری آواز آئی۔

"میں مرشد بول رہا ہوں۔ تم سبھوں پر میری نظر ہے۔ ان تینوں کے لئے.... سرگردان
رہنا فضول ہے۔ المرشد کے مشرقی حصے کا ملبہ ہٹا کر جب چاہو ان کی لاشیں برآمد کر سکتے ہو....
اوور اینڈ آل....!"

صفدر سناٹے میں آ گیا۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے۔ اس کے تینوں ساتھی بھی قریب ہی
موجود تھے۔ انہوں نے بھی سب کچھ سنا تھا اور گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔

دفعتاً پھر بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "کیوں....؟ تم اس خبر سے نروس ہو گئے ہو۔!"

"خبر ہی ایسی ہے جناب....!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اپنے ٹھکانوں پر واپس جاؤ.... اب تمہیں فون پر ہدایات ملیں گی۔ ٹرانس میٹر مت استعمال
کرو۔ اوور اینڈ آل....!"

صفدر ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کرنے ہی جا رہا تھا کہ پھر وہی آواز آئی۔ "خیریت چاہتے ہو تو
اس معاملے کو یہیں ختم کر دو ورنہ سردار گڈھ کی ہر عمارت اسی طرح خاک کا ڈھیر ہو جائے گی۔

اور سنو! مشرقی حصے کا ملبہ ضرور ہٹوانا۔!"

صفدر نے جھلا کر سوئچ آف کر دیا۔

"سنو.... سنو....!اور کیا کہہ رہا ہے۔!" چوہان بولا۔

"جھک مار رہا ہے.... میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔!"

"یہ تو ہونا ہی تھا ایک دن....!" صدیقی نے دبی زبان سے کہا۔

"خاموش رہو....!" صفدر پیر پٹخ کر بولا۔ "میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔!"

خاور نے بات آگے نہ بڑھنے دی پھر وہ نہایت خاموشی سے اپنے ٹھکانوں کی طرف روا ہو گئے.... صفدر کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

"خود کو سنبھالو....!" خاور اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔ "ہمیں بھی صدمہ پہنچا ہے۔ عمران ا کا بُرا نہیں تھا۔!"

"خاموش ہو جاؤ.... مرشد بکواس کرتا ہے.... عمران جیسے لوگ چوہوں کی طرح نہیں کرتے۔" صفدر کی آواز وحشت زدہ تھی۔

"ہاں.... ہاں.... ہمیں بھی یقین نہیں ہے....!" خاور نے آہستہ سے کہا۔

"وہ پتہ نہیں کس لئے مشرقی حصے کا ملبہ ہٹوانا چاہتا ہے۔!"

"اُسے بھی دیکھ لیں گے۔!"

وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد صفدر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دوستو! میری تلخ کلامی معاف کر دو.... میں ایسے انداز میں عمران کا ذکر نہیں سننا چا یقین کرو....! شکرال والا عمران اس طرح نہیں مر سکتا۔!"

"چھوڑو اس ذکر کو.... یقیناً مرشد نے ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔!"

انہوں نے وہ رات کسی نہ کسی طرح گذاری تھی اور صبح ہوتے ہی ایکس ٹو کی ہدایت مطابق الرشد کے مشرقی حصے کا ملبہ ہٹانے کا کام شروع کر دیا تھا اور پھر تین چار گھنٹوں کی جد کے بعد سچ مچ ایسی تین لاشیں برآمد کر لی تھیں جو بُری طرح کچلی جانے کی بناء پر قطعی ناقابل شناخت ہو گئی تھیں۔

صفدر چکرا کر گر پڑا۔



وہ چاروں ایک خیمے میں مقید تھے جس کے گرد مسلح آدمیوں کا پہرا تھا۔

پچھلے دن ان کے سفر کے اختتام پر جب آنکھوں پر پٹیاں کھولی گئی تھیں تو عمران نے خود کو اسی بستی میں پایا تھا جہاں کچھ دنوں پہلے وہ بندر بنا کر لائے گئے تھے۔

نسرین کی حالت ابتر تھی۔ زیادہ تر خاموش رہتی اور اگر کوئی اسے مخاطب کرتا تو چونک کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگتی جیسے خود کو یقین دلانا چاہتی ہو کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہی۔

جیمسن سب سے زیادہ لاپرواہ نظر آرہا تھا۔ ظفر الملک نے وجہ پوچھی تو مسکرا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے زندگی مختصر ہو.... اس لئے یہ عرصہ سوچ بچار میں کیوں گذارا جائے۔!"

"قدیم یونان کا باشندہ معلوم ہوتا ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"تم لوگ پتا نہیں کون ہو.... اور کیا کرنا چاہتے ہو....!" نسرین بڑبڑائی۔

"تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا تم اسے قتل کرنا نہیں چاہتیں؟"

"اپنی خیر مناؤ....!" وہ دیوانوں کی طرح ہنس پڑی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران نے گھڑی دیکھی دن کے نو بج رہے تھے۔ صبح انہیں معقول قسم کا ناشتہ ملا تھا اور ابھی تک کسی نے بھی ان سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پچھلی رات عمران نے خیمے کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہاں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس کے ذریعے ان کی گفتگو کہیں اور بھی سنی جاسکے۔ لہٰذا وہ بڑی دلجمعی سے اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

"اب آپ کیا سوچ رہے ہیں یور میجسٹی....؟" جیمسن نے دفعتاً اسے مخاطب کیا۔

"تمہی بتاؤ کہ مجھے کیا سوچنا چاہئے۔!"

"اوہو...." ظفر چونک پڑا.... وہ خیمے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کی استعجابیہ آواز پر وہ بھی اس سمت مڑے تھے۔ سامنے سے شکیلہ آتی دکھائی دی۔

وہ خیمے میں گھس آئی اور جیمسن کو مکا دکھا کر بولی۔ "تو یہ تم ہو.. میری اس بدنصیبی کا باعث۔!"

"میں نہیں سمجھا محترمہ.... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔!"

"ڈاڑھی مونچھیں صاف کرا سکتے ہو لیکن آواز کا کیا کرو گے۔!" شکیلہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ تو میں اپنی ہر سالگرہ پر صاف کرا دیتا ہوں۔!"

"میں تم سے بدلہ لوں گی۔!"

"بالوں کی صفائی کے بعد اب مجھ میں رہا ہی کیا ہے کہ آپ بدلہ لیں گی۔!"

"بڑی معقول بات کہہ رہا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب اسے معاف کر دو کہ اس کا وزن ساڑھے تین پونڈ سے زیادہ نہیں رہا۔!"

"تم خاموش رہو..... تم بھی میری بربادی کا باعث بنے ہو۔!"

"مم..... میں نے شائد تمہیں مرشد کے پاس دیکھا تھا۔!" نسرین نے شکیلہ کو مخاطب کیا۔

"میں بھی تمہیں جانتی ہوں..... تم نسرین ہو اور اب معلوم ہوا کہ تم بھی مرشد کے دشمنوں میں سے ہو۔!"

"تو کیا یہ لوگ سچ مچ مرشد کے دشمن ہیں۔!"

"بالکل..... سو فیصد.....!" اس نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور یہ تو مرشد کا بھتیجا بنا بیٹھا تھا۔!"

نسرین نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ "تم مرشد کے دشمن کیوں ہو گئے ہو۔!"

"چچا بھتیجے کا معاملہ ہے تم اس چکر میں نہ پڑو..... اگر میں اس کا بھتیجا نہ ہوتا تو وہ اب تک مجھے ختم کر چکا ہوتا۔!"

"لیکن تم عنقریب ختم کر دیئے جاؤ گے۔!" شکیلہ نے بُرے لہجے میں کہا۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکتی.....!" نسرین بڑبڑائی۔

"بہر حال آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی۔!" جیمسن نے شکیلہ کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تم لوگ میرے چارج میں دیئے گئے ہو۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔!" عمران بولا۔ "اب ہم ایک دوسرے کو اور زیادہ آسانی سے سمجھ سکیں گے۔!"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔!"

"ابھی تمہاری عمر اتنی زیادہ نہیں ہوئی کہ ان باتوں کو سمجھ سکو....!"

"تم اپنے کو سمجھتے کیا ہو۔!"

"تم بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھتی ہو....!" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"اول درجے کا ڈفر....!"

"شکریہ....! تو پھر ہم شادی کب کر رہے ہیں۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"تو پھر تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مجھے ڈفر سمجھو....!"

"یور میجسٹی....! آپ خواہ مخواہ نہ الجھیں.... ان محترمہ کو صرف مجھ سے شکایت ہونی چاہئے کہ شیو کرانے کی جلدی میں انہیں قطعی بھول گیا تھا۔!"

"ہونق نظر آنے لگے ہو۔ ڈاڑھی میں اچھے لگتے تھے۔!" عمران بولا۔ پھر شکیلہ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ انداز بالکل احمقانہ تھا۔ شکیلہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اُس کے تیور بہت کڑوے تھے۔

"اَب میرے چچا جان کہاں تشریف رکھتے ہیں۔!" اُس نے شکیلہ سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی.... وہ یہاں تو نہیں آئے تھے۔!"

"تم پہلے کبھی یہاں آچکی ہو۔!"

"نہیں.... لیکن میں تمہیں کچھ کیوں بتاؤں۔!"

"بس ثابت ہوا میرا چچا تم پر بھی ایک بہت بھیانک تجربہ کرنے والا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"خود ہی دیکھ لوگی.... میں کیوں بتاؤں....؟"

"جہنم میں جائے.... میں تو تم سے یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ دوپہر کو کیا کھاؤ گے۔!"

"جو دل چاہے بھجوا دینا.... ویسے تمہارے لئے یہ ایک سنہرا موقع ہے۔ کھانے میں ہمیں زہر دلوا دو.... اگر دشمن سمجھتی ہو۔!"

"میں یقیناً ایسا ہی کرتی لیکن مرشد کا حکم ہے تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔!"

"دیکھا تم نے....!" عمران نسرین کی طرف دیکھ کر چہکا۔ "کتنا زبردست بھتیجا ہوں۔!"

پھر شکیلہ واپس جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ عمران بولا۔ "چچا اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم

یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ پھر اس پہرے چوکی کی کیا ضرورت ہے۔!"

"مجھے مرشد نے بتایا ہے کہ تم بہت خطرناک آدمی ہو۔!"

"اپنے ٹھکانے پر ضرور تھا لیکن یہاں تو کسی چوہے کی طرح بے بس ہوں۔!"

"کہنا کیا چاہتے ہو.....؟"

"یہاں سے پہرہ ہٹا دیا جائے میں اپنی سخت توہین محسوس کر رہا ہوں۔!"

"مرشد کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے۔!"

"اُن سے کس طرح رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!"

"میں نہیں جانتی۔!"

"کیا تم بھی اُسی ٹرین کے ذریعے یہاں پہنچی تھیں۔!"

"کیسی ٹرین.....؟" وہ عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ "مجھے تو مرشد کی روحانی قوت نے یہاں تک پہنچایا تھا۔!"

"ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا۔ اب دیکھنا کہ بھتیجا تمہیں اپنی روحانی قوت سے انگلستان کے تخت پر بٹھا دے گا..... شربت فردوس کے مٹکے سمیت۔!"

شکیلہ نے اس ریمارکس پر ایسا منہ بنایا تھا جیسے دل ہی دل میں عمران کو کوئی گندی سی گالی دی ہو پھر وہ خیمے سے چلی گئی تھی۔

دوبارہ دوپہر کے کھانے کے ساتھ آئی تھی۔ ساتھ ہی خوش خبری بھی لائی تھی کہ ان پر سے پہرا ہٹا لیا گیا ہے۔

"مرشد کا خیال ہے کہ تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔!" اس نے کہا۔ "کیونکہ وہ راستہ اب تمہیں نہیں مل سکے گا جس سے پہلی بار فرار ہوئے تھے۔!"

"دیکھا..... میں نہ کہتا تھا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "ارے یہاں سے جانا ہی کون چاہتا ہے۔ ہم تینوں اتنے مقروض ہیں کہ اگر واپس گئے تو جیل ہی کی شکل دیکھنی پڑے گی۔!"

"تمہیں خوش حالی نصیب ہو سکتی ہے اگر مرشد کا حکم مانو.....!"

"ارے تو ہم پہلے ہی کب حکم سے باہر تھے..... بس ذرا سی گھریلو نااتفاقی ہمارے افتراق کا باعث بن گئی تھی۔ چچی جان کو مکئی کی روٹی اور سرسوں کا ساگ پسند تھا اور میں کہتا تھا کہ اللہ پاک

نے سرسوں صرف تیل کے لئے بنائی ہے۔ اسے ساگ کی شکل میں ضائع نہ کرنا چاہئے۔!"

"چچی جان؟ کیا مطلب اُوہ.... تو کیا مرشد کی بیوی....!"

"ہاں.... پچھلے سال اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اب فکر کی بات نہیں۔!"

"لیکن مرشد تو کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی شادی ہی نہیں کی۔!"

"شادی ایسی ہی باعث شرم حرکت ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی کسی لڑکی کو اس کے بارے میں بتانا پسند نہیں کرے گا۔!"

"کھانا کھاؤ....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "شائد بھوک سے تمہارا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔!"

پھر وہ وہاں رکی نہیں تھی۔ کھانا لانے والا بھی خیمے سے باہر چلا گیا تھا۔

"تم کیوں اس سے اتنی باتیں کرتے ہو!" نسرین نے غصیلے لہجے میں عمران کو مخاطب کیا۔

"مکھن لگائے بغیر یہاں سے نکلنا مشکل ہو گا۔!"

"مجھے تو یہ جگہ سردار گڈھ سے بھی زیادہ شاداب معلوم ہوتی ہے۔!"

کھانے کے بعد نسرین سو گئی تھی۔

ظفر نے عمران سے کہا۔ "اتنے دنوں سے ہم جھک مار رہے ہیں لیکن ابھی تک مقصد کم از کم میری سمجھ میں نہیں آسکا.... آخر یہ بستی یہاں کیوں بسائی گئی ہے اور مرشد سردار گڈھ میں کیوں جھک مار رہا ہے۔!"

"میں اب کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔!" عمران یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگا۔

ظفر اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

عمران کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولا۔ "ہمیں یہاں صرف ایک چیز تلاش کرنی پڑے گی۔!"

"وہ کیا....؟"

"اسلحے کا ذخیرہ.... مرشد سردار گڈھ میں سچ مچ جھک نہیں مار تا رہا تھا۔!"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔!"

"ہم بڑی دشواریوں میں ہیں.... تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔!"

"آخر کچھ بتایئے بھی تو۔!"

"بتا دوں گا.... فی الحال مجھے اور سوچنے دو۔!"



بستی کی شام بڑی خوش گوار تھی۔ سورج کی آخری شعائیں ہری بھری پہاڑیوں پر گویا پگھلا ہوا سونا ڈھلکا رہی تھیں۔ ہوا کے جھونکے عجیب طرح کی خوشبو فضا میں بکھیر رہے تھے۔

وہ چاروں خیمے سے نکل آئے۔ ان کے ساتھ کوئی نگران نہیں تھا۔ بستی کے لوگ انہیں یونہی روا روی میں دیکھتے اور قریب سے نکلے چلے جاتے۔ جیمسن نے ایک آدھ کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے اُسے سختی سے منع کر دیا تھا۔

"بالکل ایسے بنے رہو جیسے تمہیں ان سے کوئی سروکار نہ ہو۔!" اس نے کہا۔

"لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے یور میجسٹی.. یہ لوگ تو مجھے گونگے اور بہرے معلوم ہوتے ہیں۔!"

"بھول جاؤ کہ تم آدمیوں کے درمیان ہو....!"

"یہ طلسم ہوشربا کا شہر ناپرساں، معلوم ہوتا ہے....!"

"حجرہ ہائے ہفت بلا میں سے ایک سمجھ لو.... مرشد افراسیاب کی جگہ کیسا رہے گا۔!"

"آج کل ہم بے حد کلاسیکل زندگی بسر کر رہے ہیں۔!" جیمسن خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"ٹھیک کہتے ہو.... اب کوئی جادوگر ہی ہمیں دوبارہ سردار گڈھ پہنچا سکے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم اس ٹرین کے اسٹیشن کا بھی پتا نہیں لگا سکیں گے کیونکہ ہماری آنکھوں پر پٹیاں کس دی گئی تھیں۔!"

"کیا خیال ہے آپ کا....! وہ سرنگ المرشد ہی سے شروع ہوئی ہوگی۔!" ظفر نے پوچھا۔

"شائد....!" عمران نے فکر مندانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تم لوگ ایسی گفتگو نہیں کر سکتے جس سے دل بہلے۔!" نسرین بول پڑی۔

"دل بہلنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ کسی طرح مرشد تک رسائی ہو جائے۔!" جیمسن نے کہا۔

"تم کس قسم کی گفتگو پسند کرتی ہو....!" عمران نے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں....!" جیمسن دانت نکال کر بولا۔ "فلاں کی خالا فلاں کے پھوپھا کے ساتھ بھاگ گئی.... فلیتہ بیگم کی ساس بڑی جل ککڑی ہے۔ پڑوسن کی بیٹی جلد ہی کسی سڑک چھاپ ہیرو کے ساتھ فرار ہو جائے گی.... اور میں خود تو بنتِ فرشتہ ہوں۔!"

"تم گدھے ہو....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "میں اس قسم کی گفتگو پسند نہیں کرتی.... اپنی زبان

کو لگام دو۔!"

جیمسن بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا پھر دو چار لمبے لمبے قدم بڑھا کر اُن سے ذرا فاصلے پر چلنے لگا تھا۔

عمران نے لڑکی سے کہا۔ "میرا یہ ساتھی ظفر الملک بڑا دلچسپ آدمی ہے۔ اپنی باتوں سے تمہارا دل بہلا سکتا ہے لہٰذا تم اس کے ساتھ رہو اور میں اس نانجار کی خبر لیتا ہوں جس نے تمہارا دل دکھایا ہے۔!"

ظفر غالباً سمجھ گیا تھا کہ عمران کیا چاہتا ہے لہٰذا فوراً ہی بول پڑا۔ "یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم چاروں اکٹھے گھومیں..... ہم تم کسی دوسری طرف نکل چلیں۔!"

"بالکل..... بالکل.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس طرح ظفر اور نسرین ان سے الگ ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر جیمسن کو روکتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں پکنک پر تو آئے نہیں ہیں کیا خیال ہے تمہارا۔!"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر ایک لڑکی آپ کے ساتھ کیوں پائی جاتی ہے۔!"

"ادھر بیٹھ جاؤ۔" عمران نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔!

پھر دونوں ہی بیٹھ گئے تھے۔ ظفر اور نسرین اب ان سے بہت دور مخالف سمت میں چہل قدمی کر رہے تھے۔

"میں اور سنگ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اچھا تو پھر.....!"

"مجھ پر قابو پانے کے بعد مجھے قتل کر دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ کبھی اسی طرح میرے چنگل میں آپھنسے تو دوسرے ہی لمحے میں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہو گی۔!"

"چلئے ٹھیک ہے میں سمجھ گیا.....!"

"آخر وہ ہمیں یہاں کیوں لایا ہے۔!"

"میں بھی صرف یہی سوچ رہا ہوں۔!" جیمسن سر ہلا کر بولا۔

"سنگ جیسے لوگ بے وجہ کوئی کام نہیں کرتے..... یہ بستی دوسرے ملک کے علاقے میں

قائم کی گئی ہے اور اسے ایک سرنگ کے ذریعہ ہمارے ملک کے ایک حصے سے ملا دیا گیا ہے۔!"

"اور اس سرنگ میں ٹرین بھی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ کس طرح ہوا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی....!" جیمسن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ سنگ نے کسی طرح اس سرنگ کو استعمال کیا ہے جس میں مینگنیز کی کان کی بار برداری والی گاڑی چلتی ہے۔!"

"کیا سردار گڈھ میں کوئی ایسی کان موجود ہے....؟"

"ہاں....ایک دوست ملک کے تعاون سے وہاں مینگنیز کی کان دریافت ہوئی تھی جس میں کام ہو رہا ہے۔!"

"تب تو ہو سکتا ہے....اوہ کہیں یہ سنگ غیر ملکی ماہرین کان کنی میں بھی نہ شامل ہو۔!"

"میری دانست میں تم ٹھیک نتیجے پر پہنچے ہو....!" عمران نے طویل سانس لی۔

"لیکن بات اَب بھی صاف نہیں ہوئی۔ آخر ہم یہاں کیوں لائے گئے ہیں۔" جیمسن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جس ملک کی سرحد میں یہ بستی قائم کی گئی ہے اس سے ہمارے اتنے اچھے تعلقات ہیں کہ زمانہ جنگ میں ہم اس کے ہوائی اڈے تک استعمال کر سکتے ہیں۔!"

"مگر بڑی عجیب بات ہے کہ اس ملک کو اس بستی کا علم نہ ہو۔!"

"یہ اس کا ایک ایسا دور افتادہ بنجر حصہ ہے کہ اس طرف کبھی توجہ نہیں دی گئی اور ہم سے قریبی دوستانہ تعلقات کی بناء پر بھی اس حصے کی خصوصی حفاظت کی طرف دھیان نہیں دیا گیا۔ بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ سنگ اس طرح شائد دونوں ملکوں کے تعلقات خراب کرا دینا چاہتا ہے کیونکہ یہ ہمارے ایک دشمن ملک کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ زیرو لینڈ والے ایسے ہی ہتھ کنڈوں سے اپنی مالی پوزیشن مستحکم کرتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے سنگ کسی معقول معاوضے پر اس دشمن ملک کے لئے کام کر رہا ہو۔!"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ جیمسن بھی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ "اب میں بھی کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔!"

"میں اپنی حرکتوں کی وجہ سے دور دور تک بدنام ہوں۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر

بولا۔ "اور میرا باپ مرکزی محکمہ سراغ رسانی کا سربراہ ہے فرض کرو اگر سنگ ہمارے ملک میں بنا ہوا اسلحہ یہاں اسمگل کر کے لایا ہو.... اگر اس کا ذخیرہ مجھ سمیت یہاں دریافت کر لیا جائے تو تم خود سوچو کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔!"

"میرے خدا....!" جیمسن اچھل پڑا۔ چند لمحے عمران کو حیرت سے دیکھتا ہوا بولا "میں آپ سے متفق ہوں۔ آپ اسی لئے زندہ ہیں کہ وہ آپ کو اس طرح استعمال کرنا چاہتا ہے۔!"

"دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"لہٰذا ہمیں اسی نکتہ نظر سے یہاں اپنے کام کا آغاز کرنا ہوگا۔!"

"لیکن ہم صرف تین ہیں اور سنگ آپ کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہے۔!"

"دیکھا جائے گا....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"ویسے ایک غلطی ہوئی....!" جیمسن پُر تفکر لہجے میں بولا۔ "اس بستی سے واپسی پر فوراً ہی آپ کو اس ملک کی کسی ذمہ دار شخصیت سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔!"

"اس سے بھی بات نہ بنتی.... اس بستی کے لوگ اسی ملک کے خانہ بدوش بھی معلوم ہوتے ہیں۔ جھونپڑیوں اور خیموں کی بستی ہے۔ آن کی آن میں اسے خانہ بدوشوں کا کارواں بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ سنگ بے حد چالاک ہے.... کسی بھی معاملے کا ہر پہلو اس پر روشن رہتا ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی کمزوری "عورت" اس کے لئے بسا اوقات سب سے بڑی دشواری بھی بن جاتی ہے۔ اگر اس سے ڈیپی کی لڑکیوں کو اٹھوا لینے کی حماقت سرزد نہ ہوتی تو نہ اس بستی کا سراغ مل سکتا اور نہ مرشد ہی کی پول کھلتی۔ ڈان فاگان اسی لئے اس کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا کہ اگر وہ اس سلسلے میں بہکے تو زیرولینڈ کی سربراہ کو اس کا علم ہو جائے۔!"

"لیکن وہ بیچارہ اس سے پہلے ہی مار ڈالا گیا۔!" جیمسن نے ٹھنڈی سانس لی۔

"خیر.... اب سنو ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں صرف اپنی اور تمہاری بات کر رہا ہوں۔ ان دونوں کو ہم خیمے ہی میں سوتا چھوڑ جائیں گے۔ تلاش کا آغاز خیمے کے آس پاس ہی سے ہو گا۔!"

"لیکن ہو سکتا ہے کہ رات کو وہ پہرا لگا دیں۔!"

"یہ سب مجھ پر چھوڑ دو.... تمہیں بس ہر وقت تیار رہنا ہے۔!"

"اس اعتماد کے لئے شکر گذار ہوں۔ یور میجسٹی....! شائد پہلی بار آپ نے مجھے اس حد تک

منہ لگایا ہے۔!"

"میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھیوں میں سے کون کس وقت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اچھا بس اب اٹھو.... واپس چلیں.... اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے لئے جو خیمہ استادہ کیا گیا ہے وہ اسلحہ کے ذخیرے سے زیادہ دور نہ ہوگا۔ اس کی پشت پر بکھری ہوئی چٹانیں بہت کچھ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔!"

وہ دونوں اٹھ کر پھر بستی کی طرف چل پڑے۔ آہستہ آہستہ اندھیرا پھیل رہا تھا اور خنکی بڑھ گئی تھی۔!

ظفر اور نسرین خیمے ہی میں موجود تھے اور انہیں ہنستے بولتے ملے تھے۔

"جناب کیا تیر مار آئے....!" نسرین عمران کی طرف دیکھ کر چہکی۔

"ہم بھی غم غلط کر رہے تھے۔" جیمسن نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنی بکری یاد آرہی تھی اور ہز میجسٹی اس پر مغموم تھے کہ ابھی تک ان کا عقیقہ نہیں ہو سکا.... اسی لئے بُری روحیں پیچھا کرتی رہتی ہیں۔!"

"تم اپنی چونچ بند رکھا کرو۔!"

جیمسن بھنا کر دوسرے گوشے میں بیٹھ رہا۔ عمران سچ مچ بے حد مغموم نظر آنے لگا تھا ظفر کبھی جیمسن کی طرف دیکھتا اور کبھی عمران کی طرف۔ دونوں نے سکوت اختیار کر رکھا تھا۔

"پھر بوریت شروع ہو گئی....!" نسرین عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔

"دراصل مجھے نیند آرہی ہے۔!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ وہ حقیقتاً فکر مند تھا اور خاموش رہ کر صرف سوچنا چاہتا تھا۔

شکیلہ رات کے کھانے کے ساتھ بھی آئی تھی اور عمران اُسے دیکھ کر پھر سے اسی کھنڈرے موڈ میں آگیا تھا جس کی نسرین متمنی رہی تھی۔

"سنو....! میں سچ مچ اپنے چچا سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہوں۔!" عمران نے اس سے کہا۔

"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔!" شکیلہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم مل سکتی ہو....!"

"اگر مجھے علم ہوگا کہ وہ کہاں ہیں تب ہی تو مل سکوں گی۔!"

"تم نہیں جانتیں....؟"

"ہر گز نہیں....!"

"پھر ان کے احکامات تم تک کیسے پہنچتے ہیں۔!"

"میں اپنے خیمے میں اُن کی آواز سنتی ہوں۔!"

"آواز کہاں سے آتی ہے....؟"

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آواز میرے دل سے آئی ہو۔!"

جیمسن سڑا سا منہ بنا کر نسرین کی طرف دیکھنے لگا اور وہ مضحکانہ انداز میں ہنس پڑی۔

"کیوں تم....اس طرح کیوں ہنسی تھیں....!" شکیلہ نسرین کو گھورتی ہوئی غرائی۔

"میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرنا....کھال کھینچ لوں گی۔!" نسرین بھی بپھر گئی۔

"نہیں....!" عمران دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "آپس میں لڑتی ہوئی خواتین مجھے ایسی لگتی ہیں جیسے دو سیارے ایک دوسرے سے ٹکرانے والے ہوں۔!"

"نہیں....!تم ہٹو میں بتاؤں اسے۔!" شکیلہ آپے سے باہر ہوتی ہوئی بولی۔

"میں بھی کسی دُم دار ستارے سے کم نہیں....جس پر بھی دم پڑ گئی قیامت تک روتی رہے گی۔!لہٰذا اپنی اپنی راہ لگو....مناسب سمجھو تو مجھے اپنے خیمے میں لے جا کر چچا کی آواز سنوادو....میں وہیں ان سے معافی مانگ لوں گا۔!"

"مرشد سے پوچھے بغیر میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔!"

"دوڑ کر پوچھ آؤ....تب تک ہم کھانا کھالیں۔!"

شکیلہ نسرین کو گھورتی ہوئی خیمے سے چلی گئی۔

"تم بیچ میں نہ آجاتے تو سچ مچ مارتی۔!" نسرین بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ لیکن شکیلہ نہ پلٹی....دفعتاً عمران چونک کر ایک ایک کو گھورنے لگا۔ ان کی آنکھیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوئی جارہی تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ظفر کے زور سے چٹکی لی اور وہ تلملا کر آنکھیں پھاڑنے لگا....یہی برتاؤ اس نے جیمسن سے بھی کیا تھا۔ پھر اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران آہستہ سے بولا۔ "کھانے میں ہمیں کوئی خواب آور چیز دی گئی ہے۔!"

اتنے میں نسرین بیٹھے ہی بیٹھے خراٹے لینے لگی تھی۔ عمران تیزی سے جھکا اور اپنے بائیں پیر کے جوتے کا فیتہ کھولنے لگا۔ پھر جوتا اتار کر اس میں سے پلاسٹک کی ایک تھیلی نکالی تھی۔ گلاس میں پانی انڈیلا اور تھیلی اسی میں خالی کر دی۔ سفید رنگ کا سفوف پانی کی سطح پر تیرنے لگا تھا۔ اُسے حل کرنے میں چند سیکنڈ صرف ہوئے تھے۔

"اینٹی ڈوٹ!" اس نے گلاس جیمسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن صرف ایک گھونٹ!"

تینوں نے ایک ایک گھونٹ لے کر گلاس خالی کر دیا۔

"اب اسی طرح بیٹھے بیٹھے سونے کی اداکاری شروع کر دو!" عمران نے نسرین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "نیند تو اب نہیں آئے گی۔ پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دینا۔ تاوقتیکہ میں کچھ شروع نہ کر دوں۔! یہ بیچاری تو گئی ہاتھ سے.... ایک بار پھر سن لو.... جب تک میں کوئی قدم نہ اٹھاؤں تم دونوں ہر حال میں سوتے بنے رہو گے۔!"

"اُو کے یور میجسٹی....!" جیمسن مسکرایا۔ اس نے فوری طور پر محسوس کیا تھا کہ ذہنی اضمحلال دور ہونے لگا ہے۔!

پھر پانچ منٹ کے اندر اندر وہ تینوں بھی کرسیوں پر بیٹھے سوتے نظر آئے۔ بیس منٹ اور گذرے اس کے بعد انہیں خیمے کے باہر کئی قدموں کی چاپیں سنائی دی تھیں لیکن صرف شکیلہ خیمے میں داخل ہوئی تھی۔ "ارے واہ بھئی۔" اس نے اونچی آواز میں قہقہہ لگا کر کہا۔ "بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے۔!" پھر اس نے انہیں نام بنام آوازیں دی تھیں مگر کسی نے جنبش تک نہ کی۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک کو جھنجھوڑا بھی تھا اُس کے بعد اُس نے کسی کو مخاطب کر کے اونچی آواز میں کہا۔

"آجاؤ....! بیہوش ہو چکے ہیں۔!"

چھ آدمی تین اسٹریچر سنبھالتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔

"لڑکی کو یہیں چھوڑو.... اور ان تینوں کو لے چلو۔!" عمران نے شکیلہ کو کہتے سنا۔



آدھا گھنٹہ گذر گیا لیکن وہ اسٹریچر ہی پر مقیم رہے۔ انہیں اٹھا کر چلنے والے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسٹریچر زمین پر رکھ کر ستانے لگتے تھے۔ عمران کے اندازے کے مطابق انہوں نے خاصی مسافت طے کی تھی۔ راہ میں کبھی چڑھائی پڑتی اور کبھی وہ سنبھل سنبھل کر نشیب میں

نے لگتے۔ عمران دم سادھے اسٹریچر پر پڑا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جیمسن اور ظفر کی کامیاب اداکاری بھی بدستور قائم ہو گی۔

پھر شائد ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ نامعلوم منزل پر پہنچ سکے تھے۔ اسٹریچر زمین پر رکھ دیے گئے اور کسی مرد کو کہتے سنا گیا۔ "اب ان پر کمبل ڈال دو۔ صبح تک سوتے رہیں گے اور تم دونوں یہیں ٹھہر کر ان کی نگرانی کرو گے۔ صبح تمہاری جگہ دوسرے لیں گے۔!"

کچھ دیر بعد انہیں کمبل اوڑھا دیئے گئے اور کسی نے کہا۔ "ہم بھی لمبی تان کر سوئیں۔!"

"نہیں....! ہمیں نگرانی کرنی ہے۔!" دوسری آواز آئی۔

"بکواس ہے....! میں تو سوتا ہوں.... جب یہ صبح تک سوتے رہیں گے تو پھر ہم کیوں خواہ مخواہ جھک ماریں۔!"

"اچھی بات ہے تم سو جاؤ، میں تو جاگتا رہوں گا۔ میری جیب میں ایک دلچسپ کتاب موجود ہے۔!"

عمران نے جھک کر کمبل سے جھانک کر دیکھا وہ ایک موم بتی روشن کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی کمبل اوڑھے ایک پتھر سے ٹکا ہوا نظر آیا۔ موم بتی روشن کرنے والا ایک کتاب کھول کر اس پر جھک پڑا تھا۔ دونوں کی ٹامی گنیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ کتاب پڑھنے والے کا رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک آدمی کے خراٹے سُنے۔

دوسرے نے اُسے مڑ کر دیکھا تھا اور پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

عمران نے بائیں جانب سر گھمایا۔ دوسرا اسٹریچر قریب ہی تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا لیکن پتا نہیں وہ جیمسن تھا یا ظفر تینوں اسٹریچر قریب ہی قریب رکھے گئے تھے۔

کتاب پڑھنے والا گویا دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر دائیں جانب سر گھما کر انہیں دیکھا.... دوسرے کے خراٹے اب بھی سنائی دے رہے تھے۔

وہ بہ آہستگی اٹھا.... بے آواز رینگتا ہوا اُس آدمی کے پاس جا پہنچا جو پتھر سے ٹکا سو رہا تھا۔ اس کی ٹامی گن اٹھائی اور دستہ اس کے سر پر رسید کر دیا۔ پھر جتنی دیر میں کتاب پڑھنے والا سنبھل کر معاملے کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ٹامی گن کا رخ اس کی طرف ہو چکا تھا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "گن اٹھانے کی کوشش کی تو چیتھڑے اڑا دوں گا۔!"

اس نے بوکھلا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس کے خراٹے بند ہو چکے تھے اور اب وہ زمین پر اوندھا پڑا تھا۔ بے اختیارانہ انداز میں اس کے ہاتھ اوپر اٹھ چکے تھے۔

جیمسن نے جھپٹ کر اس کی ٹامی گن اٹھائی تھی اور اُس کے سر پر وار کرنے ہی والا تھا کہ عمران نے جلدی سے کہا۔ "نہیں.... بس اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!"

ظفر نے اپنی ٹائی کھولی اور اس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھنے لگا۔ وہ دم بخود تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

یہ ایک خاصا کشادہ غار تھا۔ جیمسن نے موم بتی اٹھائی اور اس کی روشنی میں اپنے اطراف جوانب کا جائزہ لینے لگا۔

"وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے....؟" عمران نے قیدی سے سوال کیا۔

"کک.... کون.... سی جگہ....!"

"جہاں اسلحہ اکٹھا کیا گیا ہے۔!"

"مم.... میں.... نن نہیں جانتا۔!"

"تم جھوٹے ہو....! اگر تین منٹ کے اندر اندر میرے اس سوال کا جواب نہ ملا تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔!"

"نن نہیں.... تم بھی.... نہ بچ سکو گے۔!"

"ہم بچنے کے لئے نہیں آئے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

جیمسن نے موم بتی پھر ایک جگہ رکھ دی تھی اور اب ان دونوں کے تھیلوں کو ٹٹولنے لگا تھا ان میں دو ٹارچیں اور محفوظ کی ہوئی اغذیہ کے چند ڈبے بر آمد ہوئے۔ اس نے دونوں تھیلے کراس کر کے اپنے شانوں میں لٹکا لئے۔

"یہ کیا ہے....؟" ظفر نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت بڑا مال ہے۔!"

"جواب دو....!" دفعتاً عمران قیدی کو گھورتا ہوا غرایا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ جیمسن نے ٹامی گن کا دستہ اس کی کمر پر رسید کیا اور وہ کراہ کر دوہرا ہو گیا۔ "سیدھے کھڑے ہو کر جواب دو ورنہ ختم کر دیئے جاؤ گے.... یہ محض دھمکی نہیں ہے"

"اُدھر.....!" وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر کراہا۔

جیمسن نے ٹارچ روشن کر کے بتائی ہوئی سمت روشنی ڈالی جو ایک پتلی سی دراڑ پر جا ٹھہری۔

عمران نے ظفر کو ٹامی گن دیتے ہوئے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔!"

پھر وہ جیمسن کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرتا ہوا دراڑ کی طرف بڑھا تھا۔ یہ دراڑ اتنی چوڑی تھی کہ اس سے ایک آدمی بہ آسانی گذر سکتا تھا۔ دس بارہ گز چلنے کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ کشادہ غار میں داخل ہوئے اور پھر غار میں داخل ہوتے ہی اگر عمران نے جیمسن کا منہ نہ دبا دیا ہوتا اس کی حیرت زدہ آواز دور تک گونجتی کیونکہ وہاں اسلحہ کے بہت بڑے ذخیرے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

"خاموش...!عمران نے سرگوشی کی۔!" ہو سکتا ہے یہاں سے ہماری آواز اور کہیں پہنچ جائے۔!"

رائفلوں، اسٹین گنوں ہلکی مشین گنوں اور دستی بموں کے ڈھیر چاروں طرف نظر آرہے۔ بارود کی پیٹیوں اور ڈائنا مائیٹ کے بنڈلوں کے قریب ہی کچھ ہیوی ڈیوٹی ڈرائی بیٹریاں بھی رکھی دکھائی دیں۔ بجلی کے تاروں کے بڑے بڑے لچھے بھی موجود تھے۔!

وہ دونوں کچھ دیر تک ٹارچ کی روشنی میں گردو پیش کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر عمران نے جیمسن کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ پھر وہیں واپس آگئے جہاں قیدی اور ظفر کو چھوڑ گئے تھے۔ بیہوش آدمی اب بھی پہلی ہی سی حالت میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران چند لمحے قیدی کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "ریلوے لائن والی سرنگ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!"

عمران نے بیہوش آدمی کی طرف دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور جیمسن سے بولا۔ "اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔!"

جیمسن آگے بڑھ کر اسے سیدھا کرنے لگا۔

"مائی گاڈ.....!" دفعتاً وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "یہ تو مر چکا ہے۔!"

"کبھی کبھی زور سے بھی ہاتھ پڑ جاتا ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"م.....مر گیا.....؟" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں..... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے..... ویسے تمہاری شکل یتیموں جیسی ہے

اس لئے مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ عمران نے جیمسن کو قریب آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ظفر سے کہا۔! "تم یہیں ٹھہرو.....!"

اب وہ دونوں اس غار کا تفصیلی جائزہ لے رہے تھے۔ نکاسی کا راستہ دور نہیں تھا۔ وہ غار سے باہر آئے۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ نزدیک دور کہیں بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ عمران نے ٹارچ روشن کرنے میں بھی احتیاط برتی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے جیمسن سے کہا۔ "سنو! فی الحال ہمیں بھول جانا چاہئے کہ ہمیں یہاں سے نکلنا بھی ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اسلحہ کا ذخیرہ تباہ کر دینا چاہئے ایک ایک چیز پر ہماری فیکٹریوں کے ٹریڈ مارک اور دوسرے مخصوص نشانات موجود ہیں۔!"

"جیسی آپ کی مرضی.... آپ ساتھ ہوں تو پھر مجھے بھی مستقبل کی پرواہ نہیں رہتی۔!" جیمسن بولا۔

"گڈ.... تو آؤ کام شروع کر دیں۔ زیادہ دشواری نہیں اٹھانی پڑے گی کیونکہ تباہی کا سامان بھی وہیں موجود ہے۔!"

اسلحہ والے غار میں پہنچ کر عمران نے تار کا ایک لچھا اٹھایا اور اس کے ایک سرے کو ڈائنا مائیٹ سے اٹیچ کر کے اسے بارود کی پیٹیوں پر رکھ دیا۔ جیمسن کو ایک ڈرائی بیٹری کو اٹھانے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے تار کے دو لچھے اپنے دونوں شانوں سے لٹکائے اور اس لچھے کے بل کھولتا جسے ڈائنا مائیٹ سے منسلک کیا تھا نکاسی کے راستے کی طرف بڑھنے لگا۔ جیمسن اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ظفر کے پاس سے گذرتے چلے گئے اس نے خاموشی سے انہیں دیکھا تھا پھر قیدی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ غار سے نکل کر عمران تار بچھاتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا۔ لچھا ختم ہو گیا تو دوسرا کاندھے سے اتار کر اس میں جوڑ دیا۔ اسی طرح تیسرا بھی کھپ گیا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ اسلحہ والے غار سے قریباً ڈھائی تین فرلانگ کے فاصلے پر تھے

"کیا اتنا فاصلہ کافی ہو گا۔ یعنی دھماکے کے بعد ہم محفوظ رہ سکیں گے۔!" جیمسن نے پوچھا

"شائد.... کیونکہ وہ جگہ نشیب میں ہے۔ ہم کافی بلندی پر آ چکے ہیں۔ ویسے وہاں ابھی کئی لچھے موجود ہیں لیکن میں دیر کرنا نہیں چاہتا۔ اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ تم ٹھہرو میں ان دونوں کو لاتا ہوں۔ ہمارے پاس بھی اسلحہ ہونا چاہئے۔ اس کا بھی انتظام کر دوں گا

وہ چلا گیا اور جیمسن بیٹری لئے تار کے دوسرے سرے کے قریب بیٹھا رہا۔ اس کی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک رات پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ سردی کے باوجود بھی اس کا جسم پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ وقت تیزی سے گذرتا رہا۔ جیمسن کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہیں بیٹھ کر اس نے صدیاں گذار دی ہوں۔ پتا نہیں کتنی دیر بعد وہ تینوں وہاں پہنچے تھے۔ جیمسن اندازہ نہ لگا سکا۔ عمران اپنے ساتھ تین اسٹین گنیں اور ان کے میگزین بھی لایا تھا۔ قیدیوں کی ٹامی گنیں شائد غار ہی میں چھوڑ آیا تھا۔

"ایک بار پھر پوچھتا ہوں اگر تم اس سرنگ سے واقف ہو تو بتا دو ورنہ ہم.... تمہاری لاش یہیں چھوڑ جائیں گے....!" اس نے قیدی سے کہا۔

"یقین کیجئے میں نہیں جانتا.... اگر جانتا ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔!" وہ گڑگڑایا۔

"خیر....! ظفر اس کے ہاتھ کھول دو تاکہ یہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس سکے اور تم دونوں بھی اپنے دانتوں میں رومال دباؤ اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر اوندھے لیٹ جاؤ۔!" پھر اس نے قیدی سے کہا۔ "تم نے اس کے خلاف کیا تو تمہاری موت کی ذمہ داری ہم پر نہ ہوگی۔ تم یہ ٹائی اپنے دانتوں میں دباؤ۔!"

اُس نے ظفر کی ٹائی جس سے اس کے ہاتھ باندھے گئے تھے اس کی طرف بڑھا دی۔ اس کے بعد اُس نے تینوں کو بیٹری سے قریباً دس گز کے فاصلے پر ہٹا دیا تھا۔

پھر اچانک وہ قیامت خیز دھماکہ ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے پہاڑ ہل کر رہ گئے ہوں.... اور وہ آنچ.... خدا کی پناہ.... گویا جہنم کا دروازہ کھل گیا ہو۔ بڑے بڑے پتھروں کے لڑھکنے کی آوازوں کے ساتھ ساتھ ہلکے، بھاری دھماکے اب بھی سنے جا رہے تھے۔ زمین کانپ رہی تھی اور گرم ہوا کے تیز جھکڑ انہیں ان کی جگہوں سے ہلائے دے رہے تھے۔

کہیں بہت دور سے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔

"اے... اللہ تیرا... لاکھ لاکھ.... شکر ہے....!" جیمسن نے عمران کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔ وہ گھسٹتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر ان کے قریب پہنچ کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

"کک.... کیا بات ہے....!" ظفر ہکلایا لیکن جوب نہ ملا۔

"اوہ دیکھئے کیا ہوا....!" جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔ اور پھر ٹارچ کی روشنی عمران پر پڑی۔

اس کا چہرہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ غالباً تار کو بیٹری سے منسلک کرنے کے سلسلے میں وہ اپنے لئے پوری طرح حفاظتی تدابیر نہیں کر سکا تھا۔

"عمران صاحب.....!" ظفر نے دیوانوں کی طرح اُسے جھنجھوڑ کر آواز دی.... عمران نے آنکھیں کھول دیں اور مضمحل سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "میری فکر نہ کرو..... میں ٹھیک ہوں.....اپنی حفاظت کرو.....!"

اور پھر کثیف دھوئیں کا زبردست ریلا آیا اور وہ بُری طرح کھانسنے لگے۔

جیمسن عمران کے چہرے سے خون صاف کر رہا تھا اُس کی پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی۔ شائد بیٹری سے تار ملاتے ہی دھماکے کے جھٹکے کی بنا پر وہ منہ کے بل گرا تھا۔ دھوئیں کی یورش سے ان کا دم گھٹنے لگا۔

"کوئی محفوظ جگہ تلاش کرو.....!" عمران کھانستا ہوا بولا۔

"کیا میں آپ کو اٹھاؤں.....؟" جیمسن نے پوچھا۔

"نہیں.....! مجھے یہیں پڑا رہنے دو..... میری گن چھوڑ جاؤ.....!"

"مم..... میں جگہ بتاؤں گا۔!" قیدی جلدی سے بولا۔

"میں یہیں رکوں گا.....!" ظفر نے جیمسن سے کہا۔ "تم اسے لے جاؤ۔!"



صبح قریب ہی کے ایک غار میں ہوئی تھی۔ عمران اب بالکل ٹھیک تھا۔ پیشانی کے علاوہ اور کہیں چوٹ نہیں آئی تھی۔

"بستی یہاں سے کتنی دور ہے.....؟" اس نے قیدی سے پوچھا۔

"یہی کوئی ڈھائی میل.....!" اس نے جواب دیا۔

"مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک کوئی بھی ادھر نہیں آیا۔!" جیمسن بولا۔

"تم کیا سمجھتے ہو.....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "بستی اس وقت تک خالی ہو چکی ہو گی۔!" پھر وہ قیدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے اس کا مطلب سمجھ کر جلدی سے کہا۔ "آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں جناب..... میں یہاں کے حالات سے بہت زیادہ واقف نہیں۔!"

"تم ان کے لئے کیا کرتے تھے.....؟"

"اسلحہ کی نگرانی! بستی میں کل رات کے علاوہ کبھی نہیں گیا۔!"

"کس کے لئے کام کر رہے ہو.....؟"

"سردار گڈھ میں کان کنوں کے ایک سپروائزر کے لئے....اس کا نام موبی ہے۔!"

"کیا وہ سردار گڈھ ہی کا باشندہ ہے.....!"

"جی نہیں..... مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ ہے۔!"

"حلیہ بتاؤ.....!"

"دبلا پتلا اور لمبا سا بے ہنگم آدمی ہے۔ لیکن کئی زبانیں جانتا ہے۔ اُردو اہلِ زبان کی طرح بول سکتا ہے۔!"

"خدا کی پناہ.....!" جیمسن بڑبڑایا۔ "میرا اندازہ درست تھا۔!"

"اسی طرح وہ کان کی گاڑی استعمال کر سکا ہوگا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یقین کیجئے.....! وہ جگہ مجھے نہیں معلوم جہاں تک گاڑی مجھے لائی تھی۔ کیونکہ راستے ہی میں میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔!" قیدی نے کہا۔

"رات کو تمہارے دوسرے ساتھی کہاں چلے گئے تھے۔!" عمران نے پوچھا۔

"بستی سے الگ ایک جگہ ہے۔ غاروں میں.....!"

"کیا تم ہمیں وہاں تک لے چلو گے۔ یقین کرو میں تمہیں سلطانی گواہ بنا کر صاف بچا لوں گا۔ دوسری صورت میں تم جانتے ہی ہو کہ کیا ہوگا۔!"

"میں آپ کو وہاں لے چل سکوں گا۔!"

اچانک انہوں نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو.....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس ملک کے سرحدی محافظوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہم پر اُن کی نظر نہ پڑنی چاہئے۔!"

دھماکے والی جگہ پر اب بھی دھواں مسلط تھا۔ ہیلی کوپٹر نے دو تین چکر لگائے تھے اور پھر اس کی آواز دور ہوتی چلی گئی تھی۔

"ایسے حالات میں اس گرد گھنٹال کا کوئی آدمی اس طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔!" عمران بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اب میرے ساتھی وہاں نہ ہوں گے۔" قیدی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں آپ لوگوں کا احسان مند ہوں۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ آپ مجھے باندھ کر دہیں ڈال آتے۔ ساتھ نہ لئے پھرتے.... میرے امکان جو کچھ بھی ہے آپ کے لئے کروں گا خواہ اب میرا کچھ بھی حشر ہو۔!"

"میں وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں ہر حال میں بچالوں گا۔!"

کچھ دیر بعد وہ چھپتے چھپاتے اس غار سے نکلے تھے اور قیدی کی رہنمائی میں ایک سمت چل پڑے تھے۔ ایک بار پھر ہیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی اور چھپنے کے لئے انہیں راستے سے ہٹ جانا پڑا۔ شائد سرحدی محافظ پوری طرح حرکت میں آگئے تھے۔ اس بار تین ہیلی کوپٹر تھے اور غالباً لینڈ کرنے کے لئے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کی جارہی تھی۔!

"آپ فکر نہ کریں اس طرح لے چلوں گا کہ کسی کی بھی نظر نہ پڑنے پائے۔!" قیدی بولا۔

پھر وہ ایک گھنٹے کے بعد اس غار تک پہنچ گئے تھے جس کا حوالہ قیدی نے دیا تھا۔ لیکن وہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس کی بنا پر کہا جاسکتا کہ وہاں کبھی کچھ لوگ مقیم رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا....!" جیمسن نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے.... تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔!"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ظفر سے بولا۔ "تمہیں کچھ یاد آیا۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ شائد ہم پہلے ادھر سے گذر چکے ہیں۔!"

"بالکل ٹھیک... اگر وہ راستہ بند نہیں کر دیا گیا تو ہم بہ آسانی سردار گڈھ پہنچ سکیں گے۔!"

قیدیوں کے دونوں تھیلے جیمسن کے پاس تھے۔ ان میں سے گوشت اور مچھلی کے ڈبے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ دو گھنٹے بعد سفر کا آغاز ہوا تھا۔ شام ہوتے ہوتے وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے اس پوشیدہ درے تک راہ گئی تھی جس کا اختتام سردار گڈھ کے علاقے میں ہوتا تھا۔ وہ اس پر چل پڑے لیکن وہ درہ کہیں نہ دکھائی دیا۔

"ٹھہر جاؤ....!" عمران بولا۔ وہ پتھروں کے اس ڈھیر کو دیکھ رہا تھا جو ان کی راہ میں حائل ہو گیا تھا۔

"ڈائنامائیٹ کر کے راستہ مسدود کیا گیا ہے۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے

اچھی طرح یاد ہے کہ درہ یہیں تھا۔ لیکن ہم ان پتھروں پر چڑھ کر دوسری طرف پہنچ سکیں گے بس ذرا احتیاط کرنی پڑے گی۔!"

پھر عمران ہی نے اس مہم کا آغاز کیا تھا۔ پتھروں پر کسی ہلکے پھلکے بندر کی طرح چڑھتا چلا گیا۔ دوسروں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا کہ وہ سردار گڈھ کی حدود میں داخل ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔

"اب تم مجھے اپنے سپروائزر موبی کے بارے میں کچھ بتاؤ۔!" اس نے قیدی سے کہا۔

"اول درجے کا حرامی ہے.... سڑی سے سڑی عورت پر اس کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آتا ہے پانی کی طرح بہاتا ہے۔!"

"سردار گڈھ میں کہاں رہتا ہے۔!"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم....!"

سڑک تک پہنچنے میں رات کے آٹھ بج گئے تھے۔

وہ تھکن سے نڈھال ہو رہے تھے۔ نو بجے کے قریب ایک بس دکھائی دی جو سردار گڈھ کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرح وہ ساڑھے دس بجے کے قریب پولیس اسٹیشن تک پہنچ سکے تھے۔

ایس۔ پی نے عمران کو دیکھ کر "بھوت" کا نعرہ لگایا اور دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ ان کی تو لاشیں تک برآمد کی جا چکی تھیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر موبی کی تلاش شروع کر دی گئی تھیں لیکن اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ اس کے بارے میں تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ غیر ملکی ماہرین کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اس سے تعلق رکھنے والے غیر ملکی بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ البتہ ان غیر ملکیوں سے اس عمارت کا پتا ضرور معلوم ہو گیا تھا جہاں موبی رات بسر کرتا تھا۔ پولیس فورس وہاں پہنچی تو عمران بھی اس کے ساتھ تھا۔ صدر دروازے کے ہینڈل سے ایک لفافہ اٹکا دکھائی دیا جس پر عمران کا نام تحریر تھا۔ عمران نے ہونٹ بھینچ کر سر کو جنبش دی اور لفافے سے پرچہ نکالا جس پر تحریر تھا....

"مجھ سے بھی زیادہ حرام زادے....! سنو.... فی الحال تو میں
تمہارا ملک چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ میں
نے تمہیں جس طرح استعمال کرنا چاہا تھا، کر کے رہوں گا۔!"

''اچھا.... اچھا.... میں دیکھوں گا۔!'' عمران سر ہلا کر بڑبڑایا اور پرچہ پتلون کی جیب میں ٹھونس لیا۔ موبی کی رہائش گاہ کی تلاشی کے بعد وہ بلیک زیرو کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اُسے علم تھا کہ بلیک زیرو کہاں مقیم ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس کے بارے میں اسے پہلے ہی ہدایت دی تھی۔ بلیک زیرو اسے دیکھ کر اچھل پڑا۔ ''آپ نے تو ماتم ہی برپا کرادیا تھا جناب۔!'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا ''صفدر کی حالت ابتر ہے۔ جولیا بھی آج ہی پہنچی اس کے آنسو تو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔!''

''ساری دنیا کی عورتیں آنسوؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں بناتیں۔!''

پھر عمران نے اپنی داستان دہرائی تھی۔

''خدا کی پناہ....!'' بلیک زیرو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اگر آپ جاگتے نہ رہیں....!''

''بس آگے کچھ نہ کہو....!'' عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''یہ محض اتفاق تھا میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا اگر سنگ کی جنسی کج روی ڈینی کے سرکس کا رخ نہ کرتی.... ہم سب بُری طرح سو رہے ہیں اب شائد صورِ اسرافیل ہی ہمیں جگا سکے۔!''

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر بلیک زیرو بولا۔ ''اب کیا کیجئے گا!....؟''

''پڑوسی ملک کو حالات سے پوری طرح آگاہ کیا جائے گا۔ اُدھر کے سرحدی محافظ دھماکے والی جگہ پر پہنچ گئے ہوں گے۔!''

وہاں سے رخصت ہو کر عمران صفدر کے ٹھکانے پر پہنچا۔ جولیا اور چوہان بھی وہاں موجود تھے۔ اسے دیکھ کر صفدر اور چوہان پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے۔ جولیا.... عمران سے کچھ فاصلے پر کھڑی اسے گھورے جارہی تھی اور وہ صفدر کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔ جولیا کی طرف متوجہ تک نہ ہوا۔ اچانک وہ اس کی طرف جھپٹی اور گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیخنے لگی۔ ''تم.... مجھے.... گولی کیوں نہیں ماردیتے.... بتاؤ.... کمینے ذلیل....!'' اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ عمران ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔